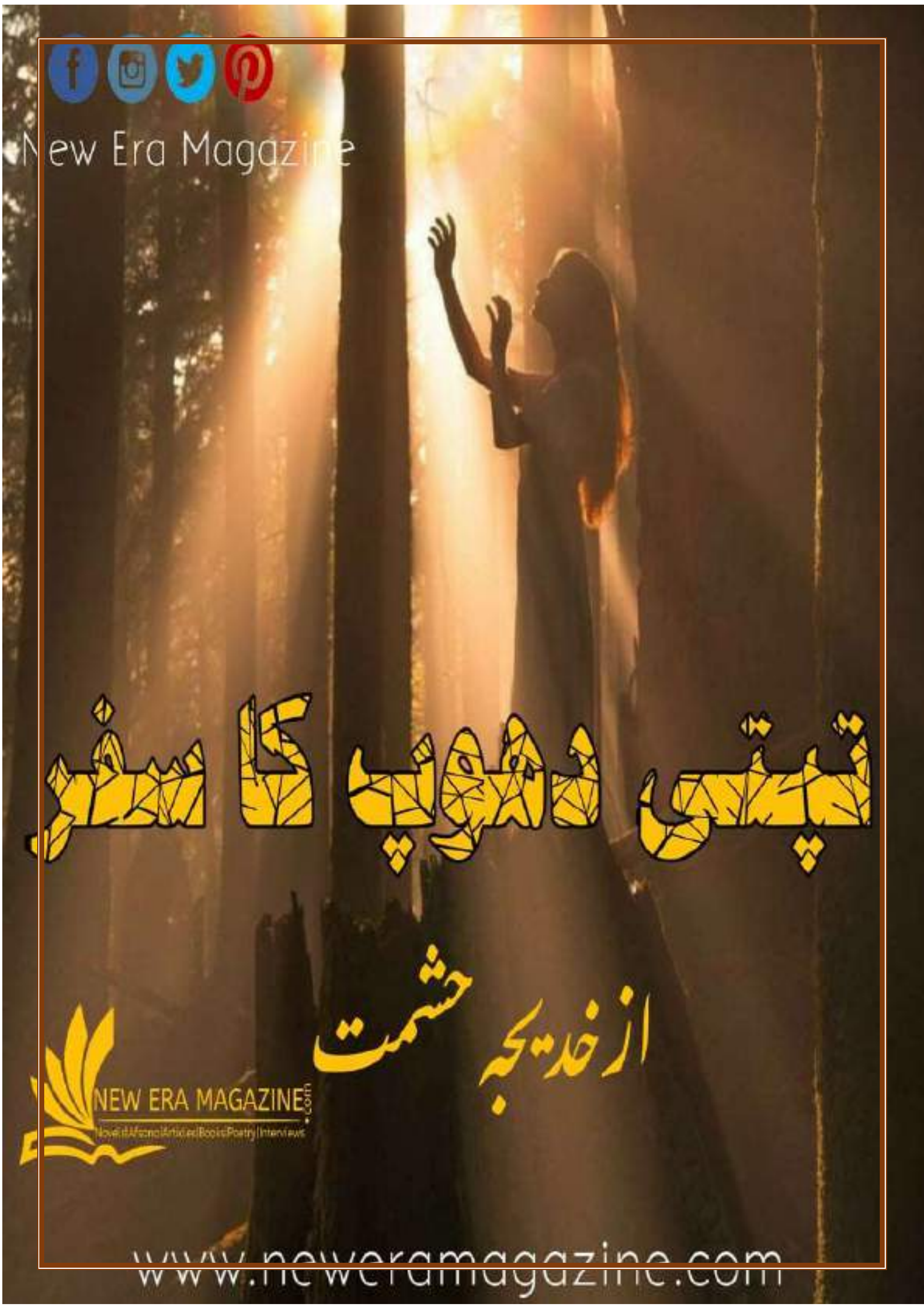
New Era Magazine
تپتی دھوپ کا سفر
از خدیجہ حشمت
NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تپتی دھوپ کا سفر

از قلم خدیجہ حشمت

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاءاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

سکندر ویلا میں تیاریاں جوش و خروش سے جاری تھیں۔آج علیزے کے رشتے کے لئے ایک فیملی اسے دیکھنے آ رہی تھی۔

"علیزے جلدی سے تیار ہو جاو، وہ لوگ آنے والے ہونگے" صائمہ بیگم بولتے ہوئے اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

علیزے جو اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑی بال برش کر رہی تھی ماں کی طرف پلٹ کر پوچھنے لگی "ماما! میں کیسی لگ رہی ہوں؟"

"بہت پیاری لگ رہی ہے میری بیٹی۔" صائمہ بیگم اس کے گال پیار پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نیلی جینز کے ساتھ سفید رنگ کا گھٹنوں تک آتا کرتا پہنے، بالوں کو کمر پر ڈالے، چہرے کو میک اپ سے سجائے وہ ایک ماڈرن لڑکی لگ رہی تھی۔

"بیگم صاحبہ ! مہمان آگئے ہیں" ملازمہ نے آکر صائمہ بیگم کو اطلاع دی۔

"اچھا تم ان کو لاونج میں بیٹھاؤ میں آرہی ہوں" ملازمہ جی کہہ کر کمرے سے چلی گئی۔

لائونج میں ریحانہ بیگم مہمانوں کے ساتھ محو گفتگو تھیں جب صائمہ بیگم علیزے کو لے

کر لائونج میں داخل ہوئیں۔علیزے سب سے سلام کر کے وہیں بیٹھ گئی۔

کچھ دیر بعد ہی ایک لڑکی سادہ سے کپڑوں میں ملبوس سر پر دوپٹہ لیے چائے کی ٹرے اٹھائے لائونج میں آئی۔وہ لڑکی سب کو چائے سرو کر کے واپس کچن میں چلی گئی۔

"یہ لڑکی کون تھی؟"لڑکے کی ماں نے صائمہ بیگم سے پوچھا۔

"یہ۔۔۔یہ ہمارے ایک جاننے والوں کی بیٹی ہے،ہمارے پاس رہنے آئی ہوئی ہے۔۔۔" صائمہ بیگم سوچ کر بولیں۔

"اچھا آپ بلائیں اسے"سائرہ(لڑکے کی ماں)بولیں۔

صائمہ بیگم نے ناچاہتے ہوئے بھی اس لڑکی کو بلایا۔وہ ہچکچاتے ہوئے لائونج میں آئی تو سائرہ نے اسے اپنے پاس بٹھالیا اور اس سے باتیں کرنے لگی۔

کچھ دیر بعد سائرہ نے صائمہ بیگم سے کہا"ہمیں یہ بہت پسند آئی ہے آپ اس کے گھر والوں سے بات کر کے ہمیں جواب دے دیجئے گا۔"

"جی ہم آپ کو کل تک جواب دے دیں گے۔"صائمہ بیگم اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے بولیں۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے منحوس لڑکی۔۔۔ شکل گم کرو اپنی" مہمانوں کے جانے کے جانے کے بعد صائمہ بیگم غصے میں لڑکی پر چیختے ہوئے بولیں۔

"تمہاری وجہ سے آج وہ لوگ میری بیٹی کو ریجیکٹ کر کے گئے ہیں" صائمہ بیگم اس پر چیخ رہی تھیں ان کے غصے کو دیکھ کر اور ان کی باتیں سن کر لڑکی کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

علیزے اسے غصے سے گھورتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

~زندگی تو ہی مختصر ہو جا

شبِ غم مختصر نہیں ہوتی

سکندر علی اور بشریٰ بیگم کو اللہ نے دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا تھا۔ بڑے بیٹے کا نام احمد سکندر اور چھوٹے بیٹے کا نام رضا سکندر ہے۔ احمد سکندر اور ریحانہ بیگم کی آمنہ اکلوتی بیٹی ہے۔ جبکہ رضا سکندر اور صائمہ بیگم کے جڑواں بیٹا بیٹی ہیں جو عمر رضا اور علیزے رضا ہے۔ احمد سکندر اور رضا سکندر اپنی فیملیز کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔

سکندر علی کی سب سے چھوٹی اور اکلوتی بیٹی فرحت ہیں۔ فرحت بیگم اور مصطفیٰ صاحب

کاایک بڑابیٹاحارث مصطفیٰ اور چھوٹی بیٹی حمائل مصطفیٰ ہے۔

آج ایک بار پھر وہ اپنی قسمت آزمانے کے لئے صبح سویرے گھر سے تیار ہو کر نکلا تھا۔ سفید رنگت، سیاہ آنکھیں، سنجیدہ چہرہ، کالی جینز پر ہلکے نیلے رنگ کی پوری آستینوں والی شرٹ پہنے، بالوں کو پیچھے کی طرف سیٹ کیے، ہاتھ میں کالے رنگ کی فائل تھامے،وہ سڑک کے کنارے چل رہا تھا یا شاید اپنی منزل کی جانب گامزن تھا۔ ایک امید اور جذبہ لیے وہ گھر سے نکلا تھا کہ شاید آج اس کی قسمت اس کا ساتھ دے دے اور خدا کی قدرت اس پر مہربان ہو جائے۔

وہ اپنی ہی دھن میں چلتا جارہا تھا جب ایک تیز رفتار گاڑی گندے پانی کے چھینٹے اڑاتے ہوئے اس کے قریب سے گزری۔ کیچڑ اور گندے پانی کے چھینٹے اس کے کپڑوں پر پڑے۔ جتنی دیر میں وہ اپنے کپڑوں کے خراب ہونے کے صدمے سے نکلا اتنی دیر میں گاڑی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ اس نے غصے اور بے بسی کی کیفیت میں اپنے کپڑوں کی حالت دیکھی اور پھر کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا جہاں ساڑھے آٹھ بج

رہے تھے اور آج نو بجے اس کا انٹرویو تھا۔اس نے اپنی جینز کی جیب سے موبائل نکالا اور ایک نمبر ڈائل کیا۔

"ہیلو!" وہ فون کان سے لگاتے ہوئے بولا۔

"زہے نصیب!" دوسری طرف سے عماد شوخی سے بولا۔

"بکواس بند کر۔اور یہ بتا تو گھر پر ہے؟" وقار سنجیدگی سے بولا۔

"ہاں گھر پہ ہی ہوں۔کیوں؟ کیا ہوا؟" عماد نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔میں آرہا ہوں۔" یہ کہہ کر وقار نے کال کاٹ دی۔

عماد کا گھر قریب ہی تھا وہ دس منٹ بعد اس کے گھر پہنچا۔عماد نے گیٹ کھولا تو وہ وقار کی حالت دیکھ کر ہنسنے لگا۔وقار کے سارے کپڑے کیچڑ سے گندے تھے اور وہ ماتھے پر غصے سے بل ڈالے کھڑا تھا۔

"تجھے کیا ہوا ہے؟" عماد نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بظاہر سنجیدگی سے پوچھا۔

"سوال جواب بعد میں کرنا۔پہلے مجھے اپنے کوئی کپڑے دے نو بجے انٹرویو ہے میرا" وقار جلدی میں بولتا ہوا اندر چلا گیا۔

وقار تیار ہو کر گیٹ پر پہنچا تو عماد اسے پریشانی میں دیکھ کر بولا "میں چھوڑ آتا ہوں" یہ کہہ کر عماد نے بائیک نکالی اور وقار کو لے کر اس کے آفس پہنچا۔

انٹرویو دینے کے بعد جب وقار باہر آیا تو عماد بائیک سے ٹیک لگائے کھڑا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ وقار اس کے قریب پہنچا اور پوچھا "تو اس وقت کا یہیں کھڑا میرا انتظار کر رہا تھا؟"

عماد بائیک پر بیٹھ گیا اور اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا "تو بتا تیرا انٹرویو کیسا رہا؟" "ٹھیک ہی رہا" وقار بغیر کسی تاثر کے بولا۔

وقار اور عماد بچپن کے دوست تھے۔ دونوں کی سکول میں دوستی ہوئی تھی۔ ان کی اچھی دوستی کی وجہ سے ان کے والدین کی بھی اچھی بات چیت تھی۔ وقار اور عماد نے دو ماہ پہلے اکٹھے ایک یونیورسٹی سے بزنس میں ڈگری لی تھی۔ اس کے والد اور بڑا بھائی نوکری کرتے تھے جس کی وجہ سے ابھی تک اس پر کوئی ذمہ داری نہیں تھی۔ جبکہ وقار کا تعلق ایک غریب خاندان سے تھا۔ والد محنت مزدوری سے کماتے جس سے گھر کا خرچ مشکلوں سے پورا ہوتا۔ وقار کی ایک بڑی بہن تھی جو اس سے ایک سال بڑی تھی اور ایک چھوٹی بہن تھی جو ابھی کالج میں تھی۔ والد صاحب شوگر اور دل کے

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مریض تھے ایک سال قبل ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے ساری ذمہ داری وقار کے کاندھوں پر آپڑی تھی۔ والد کے انتقال کے بعد وقار کی والدہ فوزیہ بیگم نے لوگوں کے کپڑے سلائی کرنے شروع کر دیے۔ وقار کی بڑی بہن ایک چھوٹے سے سلائی سینٹر میں ٹیچنگ کرتی اور شام کو وہ اور وقار محلّے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھاتے۔ وقار ڈگری لینے کے بعد جاب کی تلاش میں نکلا مگر ان دو ماہ میں وہ جہاں بھی جاتا وہاں سے مایوسی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوتا۔۔۔ مگر آج انٹرویو دینے کے بعد وہ کافی پر امید تھا کہ اسے یہ جاب مل جائے گی۔

گیٹ پر مسلسل بیل بج رہی تھی جیسے کوئی بیل پر ہاتھ رکھ کر اٹھانا بھول گیا ہو۔ "اُف! کون ہے بھئی؟ آ رہی ہوں۔" فرحت بیگم نے آ رہی ہوں بولتے ہوئے گیٹ کھولا تو حمائل آندھی طوفان کی طرح گھر میں داخل ہوئی۔

کالج کے یونیفارم میں ملبوس، سیاہ رنگ کے لمبے اور سیدھے بالوں کی پونی ٹیل بنائے، گوری رنگت، نازک کلائی میں گھڑی پہنے، کاندھے پر بیگ لٹکائے وہ فرحت بیگم کے

ساتھ لائونج میں آئی۔

"ماما! کہاں تھیں آپ؟ میں کب سے باہر کھڑی ہوں۔" حمائل مسلسل بولتی چلی جا رہی تھی۔ "باہر اتنی شدید گرمی ہے اففف! قسم سے میں نے تو بے ہوش ہی ہو جانا تھا اگر آپ تھوڑی اور دیر سے گیٹ کھولتیں۔" حمائل صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

"حمائل سانس تو لے لو۔ بولنا شروع ہوتی ہو تو چپ ہی نہیں کرتی" فرحت بیگم بولیں۔

"اچھانا! لے لیا ہے سانس۔ آپ جلدی سے کھانا لگا دیں بہت بھوک لگ رہی ہے مجھے۔" حمائل سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

"تم فریش ہو کر آجائو میں کھانا لگاتی ہوں۔ اب سو مت جانا" فرحت بیگم کچن میں جاتے ہوئے بلند آواز میں بولیں۔

"جی جی! نہیں سوئوں گی آرہی ہوں بس۔" حمائل بولی۔

"حمائل آجائو" فرحت بیگم سیڑھیوں کے پاس کھڑی ہو کر اسے آواز دینے لگیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جب حمائل کا کو جواب نہ ملا تو اسے بلانے اوپر اس کے کمرے میں چلی گئیں۔

اس کا کمرہ نہایت سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ دیواروں پر چھوٹی بڑی لاتعداد پینٹنگز لگی ہوئیں تھیں۔ ان میں سے کچھ اسی کی بنائی ہوئی تھیں۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ حمائل کو پینٹنگ کا بہت شوق ہے۔ کمرے کے ساتھ ہی ایک بالکنی تھی جو خوبصورت بیلوں اور پودوں سے سجی ہوئی تھی۔

فرحت بیگم کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں تو اپنا سر تھام کر رہ گئیں۔ حمائل کالج کا ہی یونیفارم پہنے اپنے بیڈ پر اوندھے منہ لیٹے سو رہی تھی۔ فرحت بیگم نے اسے اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اس کو اپنی نیند بہت عزیز تھی۔ اگر اسے زبردستی اٹھا دیا جاتا تو وہ آسمان سر پہ اٹھا لیتی کہ اس کی نیند میں خلل کیوں ڈالا گیا ہے۔

حمائل مصطفیٰ اپنے باپ اور بھائی کی لاڈلی تھی۔ وہ دونوں اس کی ہر خواہش پوری کرتے۔ اس کی چھوٹی سی تکلیف پر پریشان ہو جاتے۔ جبکہ ہر ماں کی طرح، فرحت بیگم بھی اس کی ضدی عادت کی وجہ سے پریشان رہتیں۔ وہ مصطفیٰ صاحب اور اپنے بیٹے حارث کو اس کی ہر خواہش کو پورا کرنے سے روکتیں۔ وہ حمائل کو آسائشات کا عادی

نہیں بنانا چاہتی تھیں۔ حمائل اپنے ماں باپ اور بڑے بھائی کے ساتھ ایک پرسکون اور آئیڈل زندگی گزار رہی تھی۔

حارث اپنی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد اپنے بابا کے ساتھ ان کا بزنس سنبھال رہا تھا۔ شام کو جب مصطفیٰ صاحب اور حارث آفس سے گھر آئے تو حمائل فرحت بیگم سے کسی بات پر ضد کر رہی تھی۔

"ماما! جانے دیں نا پلیز۔ تھوڑی دیر کی ہی تو بات ہے۔" حمائل ضد کرتے ہوئے بولی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں نے کہہ دیا ہے نا کہ جہاں جانا ہے ہمارے ساتھ چلی جانا۔" فرحت بیگم اس کو سمجھاتے ہوئے بولیں۔

اتنے میں مصطفیٰ صاحب اور حارث بھی لاؤنج میں آ کر ان کے پاس بیٹھ گئے۔ حمائل اپنی جگہ سے اٹھ کر مصطفیٰ صاحب کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

"بابا! ماما سے کہیں نا کہ مجھے کل دوستوں کے ساتھ پکنک پر جانے دیں۔ پلززززز۔۔۔" حمائل معصومیت سے بولی۔

"ہاں تو بھئی کس نے روکا ہے میری بیٹی کو۔ آپ ضرور جانا اپنی فرینڈز کے ساتھ۔" مصطفیٰ صاحب اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے مسکرا کر بولے۔

"ہاں چلی جانا۔ انجوائے کرنا" حارث بھی حمائل کی طرف دیکھ کر بولا۔

"آپ دونوں نے اس کی ہر ضد پوری کر کے سر پر چڑھایا ہوا ہے۔" فرحت بیگم غصے سے بولیں۔

"تو بیگم صاحبہ ہم اپنی بیٹی کی ضد پوری نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔" مصطفیٰ صاحب بولے۔

"ہاں تو اور کیا۔ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں بابا" حمائل جوش سے بولی۔ "میں ابھی اپنی فرینڈز کو فون کر کے بتاتی ہوں کہ میں بھی کل ان کے ساتھ جاؤں گی۔" حمائل خوشی سے بولتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

بیٹیاں اپنے باپ سے سب سے زیادہ پیار اس لیے کرتی ہیں کیونکہ انھیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ واحد مرد ہے جو انھیں کبھی دکھ نہیں دے سکتا اور ان کی کسی بھی خواہش کو ادھورا نہیں رہنے دیتا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پرواہ نہیں اگر یہ زمانہ خفا رہے ~

مومن دعا یہ مانگ خدا مہربان رہے

لاہور کے اندرون کا ایک پر رونق علاقہ، تنگ گلیاں، چھوٹے چھوٹے خستہ حال مکانات مگران کے مکین بڑے اور خوبصورت دل کے مالک، خوش اخلاق اور ملنسار لوگ، وہ انھیں گھروں میں سے ایک گھر میں اپنی والدہ اور بہنوں کے ساتھ رہائش پذیر ہے۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اپنے کمرے میں سو رہا تھا جب فجر کی آذان کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی۔ وہ اٹھا اور واشروم کی طرف بڑھ گیا۔ اور تیار ہو کر گھر کے قریب ہی مسجد چلا گیا۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے دعا کیلیئے ہاتھ اٹھائے تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ واحد ذات تھی جس کے سامنے وہ رو لیتا تھا۔ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتا تھا۔

"اے میرے رب مجھ پر رحم فرمائیں۔ میری مشکلیں آسان کر دیں۔ یا اللہ! مجھے کبھی کسی اور کے در پر جھکنے نہ دینا۔" وہ روتے ہوئے دعا مانگ رہا تھا۔ اس نے اپنے معمول

کے مطابق قرآن پاک کی تلاوت کی اور گھر واپس آ گیا۔

فوزیہ بیگم، زہرہ اور فاطمہ ناشتے پر اسی کا انتظار کر رہی تھیں۔

"السلام علیکم!" وقار گھر کے صحن میں داخل ہوا اور سب سے سلام کر کے وہیں بیٹھ گیا۔ سب ناشتے میں مصروف تھے جب فوزیہ بیگم نے وقار کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "بیٹا! آفس سے کوئی کال وغیرہ آئی؟"

"نہیں امی۔ آپ بس دعا کریں۔ باقی جو اللہ کو منظور۔" وہ میز سے چائے کا مگ اٹھاتے ہوئے بولا۔

"تم تینوں کے لیئے تو ہر وقت دعائیں کرتی ہوں بیٹا۔ بس کبھی اللہ کی ناشکری نہ کرنا وہ جس حال میں بھی رکھے ہمیشہ اس کا شکر ادا کرنا۔" اپنے بچوں کو سمجھاتے ہوئے ان کی خود کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

انھوں نے اپنی زندگی میں بہت برے حالات دیکھے تھے۔ مگر ہر طرح کے حالات میں صبر کیا۔ کبھی اپنے رب سے شکوہ نہ کیا۔ حیدر صاحب (وقار کے والد) کے ساتھ انھوں نے بہت ہمت اور بہادری سے ہر مشکل کا مقابلہ کیا۔ حیدر صاحب کے انتقال

کے بعد شاید وہ کمزور پڑ گئی تھیں۔زہرہ کی شادی، وقار کی جاب اور فاطمہ کی پڑھائی کی وجہ سے پریشان رہتیں۔

"اماں آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں۔اللہ سب بہتر کرے گا۔اور ویسے بھی میرا بھائی اچھا خاصا ٹیلنٹڈ بندہ ہے بھئی اس کو تو جاب مل ہی جائے گی۔آپ دیکھیے گا وقار کو اللہ تعالٰی کتنی کامیابیاں دیں گے۔"زہرہ اپنی ماں کو تسلّی دیتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"زہرہ مجھے تمہاری شادی کی فکر رہتی ہے۔تمہاری عمر نکلی جا رہی ہے۔اور بیٹیاں تو اپنے گھروں میں ہی اچھی لگتی ہیں۔"فرحت بیگم دوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولیں۔

"امی آپ میری فکر نہ کیا کریں، جو کچھ ماضی میں ہو چکا ہے اسے بھول جائیں کیونکہ میں بھی بھول چکی ہوں۔ویسے بھی لڑکیوں کی زندگی کا واحد مقصد صرف شادی تو نہیں ہوتا نا۔اور میں آپ تینوں کے ساتھ بہت خوش اور مطمئن ہوں۔"زہرہ نے اپنی ماں کے گرد بازو حائل کرتے پیار سے کہا۔

"پھر بھی۔۔۔"فرحت بیگم نے کچھ کہنا چاہا تو زہرہ نے ان کی بات کاٹ دی۔

"پھر بھی، کچھ نہیں۔ بس اب آپ ٹینشن نہیں لیں گی۔" زہرہ ان کے گلے لگتے ہوئے بولی۔

زہرہ کا دو سال قبل ایک لڑکے سے رشتہ طے ہوا تھا۔ حیدر صاحب اور فوزیہ بیگم نے لڑکے والوں کے اسرار پر کچھ ماہ بعد ہی زہرہ کا الیاس (لڑکے کا نام) سے نکاح کر دیا تھا۔ نکاح کے ایک ماہ بعد ہی رخصتی تھی۔ عین رخصتی کے وقت الیاس کے گھر والوں نے حیدر صاحب سے گاڑی کا مطالبہ کر دیا۔ حیدر صاحب تو پہلے ہی اپنی ساری جمع پونجی زہرہ کے نکاح اور رخصتی کے انتظامات پر خرچ کر چکے تھے۔ حیدر صاحب اور وقار نے الیاس کے گھر والوں سے یہ سارے معاملات رخصتی کے بعد طے کرنے کو کہا مگر ان لوگوں نے صاف انکار کر دیا اور بارات واپس لے گئے۔ اگلے ہی روز الیاس کی طرف سے زہرہ کا طلاق نامہ آ گیا تھا۔ یہ خبر سن کر حیدر صاحب کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ وہ اس دن کے بعد سے بیمار رہنے لگے تھے اور ایک سال بعد ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

زہرہ نے یہ سب ہمت اور حوصلے سے برداشت کیا۔ وہ ہمیشہ سے ہی بہت صبر کرنے والی لڑکی تھی۔ وہ اب سوچ چکی تھی کہ اب شادی نہیں کرے گی اور ساری زندگی اپنی ماں کے ساتھ ان کا سہارا بن کر گزارے گی۔

سردیوں کی رات،ہر طرف خاموشی تھی۔ سب آرام کرنے کی غرض سے اپنے اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔

حمائل کالے رنگ کے ٹرائوزر پر گرے رنگ کا اونی سوئیٹر پہنے، بالوں کا اونچا جوڑا بنائے،اپنے کمرے میں لحاف اوڑھے بیٹھی اپنے کالج کے ٹیسٹ کی تیاری کر رہی تھی۔ پڑھتے پڑھتے اس کی نظر بیڈ کی سامنے والی دیوار پر پڑی۔وہ کچھ دیر وہیں بیٹھی دیوار پر لگے فریم کے ساتھ کسی چیز پر غور کرتی رہی اور پھر چیخیں مارتی ہوئی کمرے سے باہر بھاگ گئی۔

"بھائی! بھائی۔۔۔" وہ چیختے ہوئے حارث کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے لگی۔حارث جو بیڈ پر بیٹھا،لیپ ٹاپ پر اپنے آفس کا کام کر رہا تھا فوراً اٹھ کر دروازہ کھولا۔ابھی اس نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ حمائل بھاگتی ہوئی کمرے میں آئی اور بیڈ پر چڑھ کر کھڑی ہو گئی۔

"حمائل کیا ہوا ہے؟" حارث نے بیڈ کے قریب آتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بھائی وہ۔۔۔وہ می۔۔۔میرے کمرے میں۔۔"حمائل کو بھاگنے کی وجہ سے سانس چڑھا ہوا تھا اور اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔"اسے ماریں جا کر۔۔۔جلدی سے۔"حمائل پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولی۔

"کون ہے کمرے میں؟ کس کو ماروں؟"حارث نے الجھ کر پوچھا۔

"چھپکلی!"حمائل فوراً بولی۔

"کیاا؟ چھپکلی؟۔۔۔افففف! حمائللل۔۔۔تم ایک چھپکلی دیکھ کر اتنا شور مچا رہی ہو۔" حارث بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"بھائی وہ چھپکلی ہے۔"حمائل حارث کے ساتھ بیٹھتے ہوئے چھپکلی لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی۔"اور چھپکلی کو دیکھ کر میں بھاگتی نہ تو کیا اسے اپنے ساتھ بیٹھا کر چائے پلاتی۔"حمائل ایک بار پھر نان سٹاپ بولنا شروع ہو چکی تھی۔

حارث اس کے ساتھ بیٹھا مسلسل اسے گھور رہا تھا۔"اب آپ مجھے گھور کیوں رہے ہیں۔جائیں جا کر اسے میرے کمرے سے نکالیں۔"حمائل اکتا کر بولی۔

"تو کیا اب اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے نکالوں؟ رہنے دو خود ہی چلی جائے

گی۔" حارث شرارت سے بولا۔

وہ جانتا تھا کہ حمائل کو چھپکلی اور کیڑوں سے ڈر لگتا ہے۔اب بھی جان بوجھ کر اسے تنگ کر رہا تھا۔

"کیا مطلب رہنے دو؟ آپ اس کی ٹانگ پکڑ کر نکالیں یا ہاتھ۔بس اس کو میرے کمرے سے نکالیں۔" حمائل غصے سے حارث کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھاتے ہوئے بولی۔

"اچھا جا رہا ہوں۔" حارث ہنستے ہوئے بولا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔حمائل اس کے بیڈ پر ہی لیٹ گئی اور کمبل اوڑھ کر سو گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دسمبر کا مہینہ ، دوپہر کا وقت تھا، آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے،ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ وہ ظہر کی نماز پڑھ کر گھر کا کچھ ضروری سامان لینے،گھر کے قریب ہی بازار آیا تھا۔ خریداری کرنے کے بعد وہ چہل قدمی کرتا ہوا واپس گھر جا رہا تھا جب اس کی قمیض کی جیب میں پڑا موبائل بجا۔ اس نے جیب سے موبائل نکال کر دیکھا تو کسی ان نان (unknown) نمبر سے کال آرہی تھی۔

"السلام علیکم "وقار کال اٹینڈ کر کے موبائل کان سے لگاتے ہوئے بولا۔

"والیکم اسلام۔آپ وقار حیدر بات کر رہے ہیں؟"دوسری طرف سے کسی آدمی نے سلام کا جواب دینے کے بعد پوچھا۔

"جی ! میں وقار بول رہا ہوں۔آپ کون؟"وقار گھر پہنچ چکا تھا اور باہر ہی کھڑا ہو کر بات کر رہا تھا۔

"میں جلال گروپ آف انڈسٹرز سے بات کر رہا ہوں۔آپ نے کل جاب کے لیے انٹرویو دیا تھا۔ہم نے یہ بتانے کے لیے آپ کو کال کی ہے کہ آپ کو جاب کے لیے اپائینٹ کرلیا گیاہے۔"دوسری طرف سے تفصیل سے جواب دیا گیا۔

"بہت شکریہ۔میں کب سے جوائن کروں؟"وقار نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کل سے جوائن کر سکتے ہیں۔"دوسری طرف سے آدمی مسکرا کر بولا۔وقار نے خداحافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

~بدل جاتی ہے قسمت بھی دعا سے

نہیں مایوس میں اپنے خدا سے

اس نے کال سننے کے بعد گیٹ کھٹکھٹایا۔ فاطمہ نے آکر گیٹ کھولا تو فاطمہ کو سامان پکڑاتے ہوئے وہ تقریباً بھاگتے ہوئے گھر کے صحن میں ،داخل ہوا ۔فوزیہ بیگم جو صحن میں چارپائی پر بیٹھی سبزی بنا رہی تھیں وقار جا کر ان کے گلے لگ گیا۔ فاطمہ گھبرا کر فوراً سائیڈ پر ہو گئی تھی ورنہ شاید وقار سے ٹکرا کر وہیں گر جاتی۔

"بھائی بریک لگائیں۔ کیاہو گیاہے ؟"فاطمہ اس کے پاس آتے ہوئے بولی۔

"ہاں بیٹا کیاہوا؟ خیریت ہے نا؟"فوزیہ بیگم نے اسے اپنے سے الگ کرتے ہوئے پوچھا۔

"جی امی جان سب خیریت ہے۔"وقار نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ماشااللہ ! بھائی جان مسکرا رہے ہیں۔ ہمیں بھی بتادیں کیاہوا ہے ؟"فاطمہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ہاں بتا رہاہوں۔ میں کل جہاں انٹرویو کے لیے گیا تھا وہاں سے کال آئی ہے۔ انھوں

نے مجھے اپائینٹ کرلیا ہے اور کہا ہے کہ کل سے جوائن کرلوں۔"وقار ہنوز مسکراتے ہوئے بولا۔

"شکر ہے خدا کا۔اللہ میرے بیٹے کو ڈھیروں کامیابیاں دے۔"فوزیہ بیگم اس کے سر پر پیار کرتے ہوئے بولیں۔

وقار بہت فرماں بردار، خوش اخلاق، سلجھا ہوا اور ہنسنے مسکرانے والا لڑکا تھا۔وہ بہنوں کے ساتھ شرارتیں کرنے والا، دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے والا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر مسکرانے والا خوش مزاج لڑکا تھا۔
مگر ایک سال قبل اپنے والد کی وفات کے بعد سے وہ بہت سنجیدہ ہو گیا تھا۔وقت اور حالات نے اسے بالکل بدل دیا تھا۔وہ بہت کم کسی بات پر مسکراتا اور ہنسنا تو شاید وہ بھول ہی چکا تھا۔دوستوں میں بھی صرف عماد سے بات کرتا تھا۔
آج اس کو اس طرح سے مسکراتا ہوا دیکھ کر فوزیہ بیگم اور اس کی بہنیں بہت خوش تھیں۔

سب وقت اور تقدیر کے کھیل ہوتے ہیں۔وقت کسی کا بھی لحاظ کیے بغیر گزرتا چلا جاتا ہے اور تقدیر میں جو لکھا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔انسان لاکھ کوشش کرلے مگر تقدیر

کے فیصلوں کو بدل نہیں سکتا۔

انسان کی قسمت صرف ایک چیز ہی بدل سکتی ہے اور وہ ہے "دعا"۔اگر انسان خلوصِ نیت سے اللہ کے حضور رو کر گڑگڑا کر دعا مانگے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں سے ستر مائوں سے زیادہ پیار کرتے ہیں وہ کبھی اپنے بندے کی دعائوں کو رد نہیں کرتے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"مجھ سے مانگو میں تمہیں عطا کروں گا۔"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اب وہ صبح یونیورسٹی جاتی،،، یونیورسٹی سے واپسی پر گھر کے سارے کام کرتی اور سارا دن صائمہ بیگم کے طعنے سنتی۔رات کو اپنی پڑھائی کرتی۔اس کی ماں کو اکثر سردرد کی شکایت رہتی اس لیے وہ کوئی زیادہ کام نہ کر پاتیں۔

آج بھی وہ رات دیر تک پڑھ رہی تھی جب اسے بھوک محسوس ہوئی۔وہ کچھ کھانے کی غرض سے کچن گئی اور فریج سے رات کے چاول نکال کر گرم کیے۔

چاولوں کی پلیٹ میز پر رکھی اور ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

وہ اپنے دھیان کھانے میں مصروف تھی جب صائمہ بیگم کچن میں آئی۔اسے اس طرح کھاتا دیکھ کر غصے سے چلائی

"تم کیا کر رہی ہو یہاں؟اور یہ تمہارے باپ کا مال نہیں ہے جو اس طرح اُڑا رہی ہو۔"وہ غصے سے بولتی ہوئی اس کے قریب آئی اور چاولوں کی پلیٹ اٹھا کر زمین پر پٹخ دی۔

لڑکی ان کو اس طرح غصے میں دیکھ کر بوکھلا گئی۔"وہ۔۔۔میں۔۔۔مج۔۔۔مجھے بھوک لگ رہی تھی۔"اس نے ڈرتے ہوئے کہا۔

"بکواس بند کرو اپنی۔پتا نہیں کہاں سے ہمارے سروں پر عذاب بن کر نازل ہو گئی ہو۔"وہ غصے سے بولتی ہوئی واپس چلی گئی۔

وہ جو بے آواز آنسو بہا رہی تھی وہی زمین پر بیٹھ گئی اور بکھرے چاول سمیٹنے لگی۔مرے قدموں کے ساتھ کمرے میں گئی اور ماں کے ساتھ ہی بستر پر لیٹ گئے۔

آج اس کی ایک اور رات بے بسی کے آنسوئوں کی نذر ہو گئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

~وہ جو تنکا تنکا اڑا گئی

کوئی درد و غم کی ہوائیں تھیں

میری بندگی میں تھی کیا کمی

میرے واسطے جو سزائیں تھیں

میری زندگی میں جو دکھ لکھے

میرے مولا کیا وہ خطائیں تھیں

جنہیں آنسوؤں میں پرویا تھا

وہ میری ادھوری دعائیں تھیں

یار تجھے اتنی بڑی کمپنی میں اتنی اچھی جاب ملی ہے اور تو مجھے صرف" یہ برگر اور بوتل پر ٹرخا رہا ہے۔" عماد برگر کھاتے ہوئے منہ بنا کر بولا۔

وقار کی جاب کی خوشی میں آج عماد کے کہنے پر وقار اسے ٹریٹ دینے کے لیے رات کو

لاہور کے ایک مشہور برگر پوائنٹ پر لایا تھا۔

"بھائی صاحب! مجھے جاب ملی ہے لاٹری نہیں نکلی۔اور جس دن لاٹری نکلی اس دن (میں کھانا کھلاؤں گا۔" وقار کرسی کی five star hotel تجھے فائیو سٹار ہوٹل) پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔

"ہاں بھئی ضرور کھلائیں۔تیرا بھائی ہر وقت حاضر ہے۔"عماد مسکراتے ہوئے ایک آنکھ دبا کر بولا۔

کھانا اور بولنا عماد کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔وہ کھاتے ہوئے مسلسل بولتا جا رہا تھا اور وقار صرف خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔کسی کسی بات کے جواب میں ہوں ہاں کر دیتا۔وہ کسی اور ہی سوچوں میں گم تھا۔

"میں کب سے پاگلوں کی طرح بولے جا رہا ہوں اور تو میری کسی بات کا جواب ہی نہیں دے رہا۔"عماد غصے سے بولا۔

"تو تجھے کس نے کہا ہے بولنے کو۔تو کھانے کے لیے آیا ہے،چپ کر کے کھا۔"وقار نے بھی اسے اسی کے انداز میں جواب دیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اچھا بتا کیا مسئلہ ہے؟" عماد نے سنجیدگی سے پوچھا۔ وقار کچھ دیر خاموش رہا اور پھر بولا "مسئلہ تو کوئی نہیں ہے بس وہ شہباز کو پیسے دینے ہیں اسے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" وقار میز پر کہنیاں ٹکاتے ہوئے بولا۔

حیدر صاحب (وقار کے والد) کے علاج پر ساری جمع پونجی خرچ ہو چکی تھی۔ بہت مشکل سے گھر کی ضروریات اور حیدر صاحب کی دوائوں کا خرچ پورا ہوتا۔ حیدر صاحب کے بائے پاس کے لیے ایک خطیر رقم کی ضرورت تھی۔ گھر والوں کے لاکھ کہنے کے باوجود وقار نے کسی سے رقم ادھار نہ لی بلکہ اپنا گھر شہباز نامی شخص کو گروی رکھوا دیا جس کی آدھی سے زیادہ رقم حیدر صاحب کے آپریشن پر خرچ ہو گئی تھی۔ اب وہ ہر دوسرے دن اپنی رقم کا مطالبہ لے کر وقار کے گھر پہنچ جاتا۔

"میں تجھے ہزار دفعہ کہہ چکا ہوں کہ جتنی رقم چاہیئے مجھ سے لے لے۔ ادھار سمجھ کر لے لے بعد میں واپس کر دیں۔" عماد غصے سے بولا۔

"میں بھی تجھے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ میں کسی سے بھی پیسے نہیں لوں گا، تجھ سے بھی نہیں۔" وہ رکا "اور ویسے بھی میرے پاس کافی پیسے جمع ہو چکے ہیں ایک دو مہینوں تک شہباز کو اس کی پوری رقم دے دوں گا۔" وقار اٹل لہجے میں بولا۔

عماد صرف نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وقار کو جتنا مرضی سمجھا لے وہ نہیں سمجھے گا۔ کسے سے کچھ بھی ادھار لینے میں وقار کی خودداری آڑے آجاتی۔ اس کو سب سے بڑھ کر اپنی عزتِ نفس عزیز تھی۔ وہ دوسروں سے کچھ بھی لینا اپنی توہین سمجھتا۔ وہ اپنا ہر کام اپنی محنت کے بل بوتے پر کرنا چاہتا تھا۔

چند ماہ بعد:

وقار کو اس کی قابلیت کی بنا پر کمپنی کی طرف سے بائیک دی گئی تھی۔ اس کے آفس کے باس اور کمپنی کے آنر اس کے کام سے کافی متاثر تھے۔

اس نے اپنی جاب کے ساتھ ساتھ شام کے وقت پارٹ ٹائم جاب بھی کی اور گروی کی پوری رقم جمع کر کے شہباز کو ادا کی اور گھر کو دوبارہ اپنے نام کروالیا۔ اس پر سے جیسے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا۔

وہ آفس کے لنچ ٹائم میں فاطمہ کو کالج سے لینے کے لیے چلا گیا تھا۔

دوپہر کا وقت تھا، صبح کی تیز بارش کے بعد بھی گرمی میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔

وجیہہ چہرہ، لمبا قد، گوری رنگت، نیلی جینز پر کالی کالر والی شرٹ پہنے، آستینوں کو کہنیوں تک فولڈ کیے، سنجیدہ چہرے لیے، وہ کالج کے گیٹ کے پاس لگے ایک درخت کے سائے میں اپنی بائیک سے ٹیک لگائے کھڑا کالج کی چھٹی کا انتظار کر رہا تھا۔ سورج کی تپش کی وجہ سے اس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈال لیتا۔

چھٹی کے وقت سب لڑکیاں باہر آ رہی تھیں۔ وہ کتنی ہی دیر وہاں کھڑا فاطمہ کا انتظار کرتا رہا۔ جب فاطمہ اسے کہیں نظر نہ آئی تو وہ اسے بلانے کی غرض سے آگے بڑھا۔ وقار اپنے ہی دھیان چل رہا تھا جب کوئی اس سے بہت بری طرح ٹکرایا اور اس کے ہاتھ میں پکڑی چیزیں زمین بوس ہو گئیں۔

حمائل اپنی دوست کے ساتھ باتیں کرتی ہوئی کالج سے نکل رہی تھی جب وہ اپنی دوست کو کسی بات سے چھیڑ کر وہاں سے بھاگی اور جا کر وقار سے ٹکرا گئی۔ حمائل نے اپنے ہاتھ میں ایک پینٹنگ پکڑی ہوئی تھی جو وقار سے ٹکرانے کے بعد زمین پر گر گئی تھی۔

وقار فوراً اسے دو قدم پیچھے کو ہوا۔ حمائل نے ایک نظر زمین پر کیچڑ میں پڑی اپنی پینٹنگ پر ڈالی اور پھر مڑ کر کھا جانے والی نظروں سے وقار کو دیکھا۔

"اُف اللہ! یہ کیا کر دیا آپ نے؟ میری ساری محنت پر پانی پھیر دیا۔" حمائل صدمے اور بے بسی سے بولی۔

"ایکسکیوز می! یہ میں نے نہیں آپ نے خود کیا ہے۔ آپ کی غلطی ہے۔" وقار نے تحمل سے جواب دیا۔

"بہت خوب! ایک تو میری پینٹنگ خراب کر دی اور الزام بھی مجھ ہی پر لگا رہے ہیں۔" حمائل غصے سے دانت پیستے ہوئے بولی۔

"جی بالکل! اگر آپ بھاگنے کی بجائے سیدھے طریقے سے انسانوں کی طرح چلتیں تو آپ کا یہ شاہکار زمین پر نہ گرتا۔" وقار طنز کرتے ہوئے بولا۔

"ماشااللہ سے اچھے خاصے ڈھیٹ انسان ہیں آپ۔ بجائے سوری کہنے کے بحث کر رہے ہیں۔" وہ غصے سے بولی۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کر ڈالے۔ آرٹ کمپٹیشن میں حصہ لینے کے لیے وہ

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پچھلے ایک مہینے سے وہ پینٹنگ بنا رہی تھی اور آج ہی اپنی دوستوں کو دکھانے کے لیے کالج لائی تھی۔ وہ ہر سال کسی نہ کسی آرٹ کمپیٹیشن میں حصہ لیتی اور ہر بار مقابلہ جیت جاتی۔ مگر اس بار اس کی ساری محنت بغیر کوئی مقابلہ جیتے ہی ضائع ہو گئی تھی۔

"معذرت وہ کرتا ہے جس کی غلطی ہو اور جہاں تک میرا خیال ہے میری کوئی غلطی نہیں ہے۔" وقار اپنی پیشانی پر آتے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کرتے ہوئے بولا۔

(!تمہارے خیالات بہت ہی غلط ہیں، ایک mr.attitude" اوہ مسٹر ایٹیٹیوڈ) سوری تو تم سے بولا نہیں جا رہا اور اپنی یہ زلفیں ایسے سنوار رہے ہو جیسے پتا نہیں کہاں کے نواب ہو۔" حمائل کی بات کا اشارہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے کی طرف تھا۔

وقار نا سمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے تو اپنے دھیان میں پیشانی پر آتے بالوں کو پیچھے کیا تھا۔ وقار کو کیا معلوم تھا کہ وہ اس بات کو بھی نوٹس کرے گی۔

"آپ چاہتی کیا ہیں؟" وقار اس کی بے تکی باتوں سے تنگ آ کر بولا۔

"کیا مطلب کیا چاہتی ہوں۔ آپ نے میری پینٹنگ خراب کی ہے اس کے لیے سوری بولیں۔" وہ آنکھیں گھما کر بولی۔

"اللہ حافظ۔" وقار اس کی بات اگنور کر کے، اپنا ایک ہاتھ ماتھے تک لے جا کر بولا اور فاطمہ کو گیٹ سے باہر آتا دیکھ کر اپنی بائیک کی طرف چل پڑا۔

"ہونہہ! مسٹر ایٹیٹیوڈ!" حمائل غصے اپنی پینٹنگ اٹھاتے ہوئے بولی اور پیر پٹخ کر اپنی وین کر طرف چل دی۔

اوئے تو کیا رُسی نوں (ناراض بہو) جیسی شکل بنا کر بیٹھا ہوا ہے؟" عماد اس کے آفس کے کیبن کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر آتے ہوئے بولا۔

وقار جو کہنیاں میز پر ٹکائے سر جھکائے بیٹھا تھا عماد کی آواز پر چونک کر سر اٹھایا۔ "تو پھر آ گیا ہے۔" وقار دانت پیستے ہوئے بولا۔

"مجھے لگا میرا دوست مجھے یاد کر رہا ہے اس لیے فوراً دوڑا چلا آیا۔ چل اب جلدی سے کچھ آڈر کر بہت بھوک لگ رہی ہے۔" عماد کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

عماد کی تو جیسے روٹین ہی بن گئی تھی ہر دوسرے دن وقار کے آفس آ کر کھانے پینے کی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ابھی میرے اتنے برے دن نہیں آئے کہ تجھے یاد کروں۔" وقار اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"بیٹا خوش قسمت ہے تو کہ تجھے میرے جیسا دوست ملا ہے۔لوگ تو ترستے ہیں ایسے دوستوں کے لیے۔" عماد اپنے کالر جھاڑتے ہوئے اکڑ کر بولا۔

"اب تو میرا دماغ خراب کردے پہلے ہی اس لڑکی نے۔۔۔" وقار بولتے ہوئے ایک دم خاموش ہو گیا کیونکہ وہ عماد کو اچھی طرح جانتا تھا۔وہ بال کی کھال اتارنے میں ماہر تھا۔جب تک وہ الف سے لے کر یے تک ساری بات نہ پوچھ لیتا اسے سکون نہ ملتا۔اور وہ ابھی اتنی لمبی چوڑی وضاحت دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"ایک منٹ بھائی! ایک منٹ۔یہ تو کس لڑکی کی بات کر رہا ہے؟" عماد نے میز پر جھکتے ہوئے جوش سے پوچھا۔

وقار نے اپنی بے وقوفی پر غصے سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔اور پھر دوپہر والا سارا قصہ عماد کو سنا دیا کیونکہ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور چارہ نہ تھا۔

"تو یار تو بول دیتا بیچاری کو سوری۔" ساری بات سننے کے بعد عماد کرسی کی پشت سے

ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔

"ہونہہ بیچاری!" وقار میز پر پڑی فائل کھولتے ہوئے منہ میں بڑبڑایا۔

"اوئے ہوئے! کہیں میرے بھائی کا دل تو نہیں آگیا اس لڑکی پر۔" وقار کے کوئی جواب نہ دینے پر وہ شوخی سے بولا۔

"زیادہ بکواس نہ کر اور نکل یہاں سے مجھے بہت کام ہیں۔ فارغ نہیں ہوں تیری طرح۔" وقار دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"بس اب اسی کی کسر رہ گئی تھی نا کہ تو مجھے اب بے روزگار ہونے کے طعنے دے گا۔" عماد اٹھتے ہوئے بولا۔

"اچھا نا جا رہا ہوں۔ ایسے اتنے پیار سے دیکھے گا تو مجھے نظر لگ جائے گی۔" عماد، وقار کے گھورنے پر معصوم شکل بناتے ہوئے بولا اور اس کے کیبن سے نکل گیا۔ وقار نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

کیا کر رہی ہو؟" حارث لائونج میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔"

"کچھ بھی نہیں کر رہی۔ بہت بور ہو رہی ہوں۔" حمائل جو صوفے پر نیم دراز بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی، ریموٹ سے ٹی وی آف کرتے ہوئے بولی۔

"ہمم۔۔۔ شوپنگ کرنے چلیں۔" حارث نے اسے مشورہ دیا۔

"نہیں میں نے نہیں کرنی شوپنگ ووپنگ" حمائل چڑ کر بولی۔

"اچھا تم نہ کرنا شوپنگ۔ میں نے تو کرنی ہے نا، تم ویسے ہی چلو میرے ساتھ" حارث اسے مناتے ہوئے بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے چلیں۔" حمائل اپنے بالوں کا جوڑا بناتے ہوئے کھڑی ہو کر بولی۔

"چلو۔۔۔" حارث اور وہ باہر کی جانب چل پڑے۔

چھٹی کا دن تھا۔ مصطفیٰ صاحب اور فرحت بیگم، مصطفیٰ صاحب کے کسی دوست کی طرف دعوت پر گئے ہوئے تھے۔ حارث جب شام کو سو کر اٹھا تو حمائل کو ڈھونڈتے ہوئے لائونج میں آیا جہاں وہ صوفے پر نیم دراز بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

وہ دونوں حارث کی شاپنگ کے لیے ایک مال میں آئے تھے۔ حارث اپنی کپڑے وغیرہ خریدنے کے لیے مینز سیکشن کی طرف گیا۔ حمائل بھی اسی کے ساتھ

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تھی۔حارث ایک شاپ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا حمائل بھی اسی کے ساتھ اندر جانے لگی، لیکن اس کے دوپٹے کا کونا دروازے میں لگی کیل میں اڑ گیا۔وہ اپنا دوپٹہ نکالنے کے لیے مڑی تو اس کی نظر ایک شخص پر پڑی جسے دیکھ کر اس کی پیشانی پر غصے سے چند لکیریں نمودار ہوئیں۔

حمئل اپنے دوپٹے کو دروازے سے نکال کر فوراً سیدھی ہوئی اور پاس سے گزرتے دو لڑکوں میں سے ایک کی طرف دیکھ کر بولی "تمہیں شرم نہیں آتی؟ تم اس دن سے میرا پیچھا کر رہے ہو؟"

"آپ نے ہم سے کچھ کہا؟"عماد رکا اور حمائل کی طرف دیکھ کر،ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

وقار بھی عماد کے ساتھ ہی، سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور حمائل کو دیکھنے لگا۔

"جی بالکل! بلکہ یہ جو صاحب آپ کے ساتھ کھڑے ہیں ان سے کہا ہے۔اس دن اکیلے کالج کے باہر لڑکیوں کو چھیڑ رہے تھے اور اب میرا پیچھا کرنے کے لیے آپ کو بھی ساتھ لے آئے ہیں۔"حمائل وقار کو دیکھتے ہوئے غصے سے بولی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Social|Poetry|Interviews

"بہت ہی کوئی افسوس کی بات ہے وقار۔ تو میرے بغیر ہی لڑکیاں تاڑنے کالج پہنچ گیا۔" عماد، وقار کی طرف دیکھ کر تاسف سے بولا۔

وقار نے اسے غصے سے گھورتے ہوئے اس کی کمر میں ایک مکا مارا۔ "عماد! میں فاطمہ کو لینے گیا تھا۔" وقار دانت پیستے ہوئے بولا۔

"دیکھا!!! مجھے پہلے ہی پتا تھا کہ یہ کسی لڑکی کے چکر میں وہاں آئے تھے۔" حمائل اونچی آواز میں جوش سے بولی، جیسے کوئی انکشاف کیا ہو۔ پاس سے گزرتے ہوئے لوگ حمائل کی بات پر مسکرائے۔

نیلی جینز پر سفید گھٹنوں تک آتا کرتا پہنے اور سفید ہی دوپٹہ گلے میں ڈالے، چہرہ ہر طرح کے میک اپ سے پاک، بالوں کا اونچا جوڑا بنائے اور چہرے پر غصہ سجائے وہ پیاری لگ رہی تھی۔

وقار اور عماد جو بہت غور سے اس کی بات سن رہے تھے، انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر عماد نے ایک جاندار قہقہ لگایا اور پھر کتنی ہی دیر ہنستا چلا گیا۔ جبکہ وقار سنجیدہ کھڑا حمائل کو گھور رہا تھا۔

حمائل ایک دم بہت کنفیوز ہو گئی۔وہ کبھی سنجیدہ کھڑے وقار کو دیکھتی اور کبھی ہنستے ہوئے عماد کو۔

"کیامسئلہ ہے اب؟اس طرح گھور کیوں رہے ہو؟"حمائل وقار کے سامنے اپنا ہاتھ لہراتے ہوئے بولی۔

"آپ بہت ہی فضول بولتی ہیں۔"وقار نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"تو۔۔۔آپ کو کیا تکلیف ہے؟میرا منہ ہے میری مرضی،میں جو مرضی بولوں۔"حمائل بھنویں اچکا کر بولی۔

"اوہو!میں بتاتا ہوں آپ کو۔یہ بقول آپ کے جس لڑکی کے چکر میں کالج گیا تھا وہ خوش قسمتی سے اس کی چھوٹی بہن ہے۔"عماد ہنستے ہوئے بولا۔وقار نے اسے گھورا تو فوراً اسیدھا کھڑا ہو گیا اور اپنی ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔

حمائل نے ایک نظر وقار کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا اور جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ حارث شاپ سے باہر آ گیا۔"حمائل کیا ہوا اندر کیوں نہیں آ رہی؟"حارث نے حمائل سے پوچھا۔

"السلام علیکم حارث بھائی!" حمائل کے جواب دینے سے پہلے ہی وقار بول پڑا۔"اوہ! والیکم اسلام! کیسے ہو وقار؟" حارث نے وقار سے گلے ملتے ہوئے پوچھا۔

"جی اللہ کا شکر۔آپ سنائیں؟" وقار مسکراتے ہوئے بولا۔

حمائل جو حیران کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی، حارث کی طرف دیکھ کر دھیمی آواز میں بولی "بھائی آپ ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟"

"ہاں! یہ وقار حیدر ہیں۔ہمارے ہی آفس میں ایمپلائی ہیں اور بہت جلد اپنا بزنس شروع کریں گے۔اور یہ ان کے ساتھ عماد، وقار کے دوست۔" حارث نے حمائل کو تفصیل سے جواب دیا۔حمائل نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"اور وقار یہ میری چھوٹی اور اکلوتی بہن حمائل۔" حارث نے حمائل کے گرد اپنے بازو حائل کرتے ہوئے وقار سے اس کا تعارف کروایا۔وقار نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

کچھ دیر وہ تینوں وہیں کھڑے ایسے ہی بزنس وغیرہ کی باتیں کرتے رہے۔ان کی باتیں حمائل کے سر کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔

"بھائی! اب چلیں گھر میں بہت تھک گئی ہوں۔" حمائل اکتا کر بولی۔"ہاں

چلو۔" حارث ان دونوں کو خداحافظ کہہ کر حمائل کے ساتھ واپس آ گیا۔

وقار کی قابلیت اور ہنر کی بنیاد پر کمپنی کی طرف سے اسے وقتاً فوقتاً بونس وغیرہ ملتے رہتے۔ اس نے دن رات محنت کر کے، اپنی محنت کی کمائی سے کچھ ماہ میں ہی لاہور کی ایک اچھے علاقے میں چھوٹا مگر خوبصورت گھر خریدا لیا تھا۔

"امی! کیسا لگا آپ کو گھر؟" وقار نے فوزیہ بیگم کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پوچھا۔

"بیٹا بہت خوبصورت ہے ماشااللہ۔ مجھے تو یہ سب خواب لگ رہا ہے۔" فوزیہ بیگم اپنی آنکھوں میں آئی نمی صاف کرتے ہوئے بولیں۔

"یہ خواب نہیں ہے امی، اللہ نے آپ کی ساری دعائیں سن لی ہیں، یہ انھی کی حقیقت ہے۔" وقار اپنی ماں کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے بولا۔

وقار اپنی والدہ اور بہنوں کو لے کر اپنے نئے گھر آیا تھا۔ زہرہ اور فاطمہ گھر کے اندر چلی گئیں تھیں جبکہ فوزیہ بیگم وقار کے ساتھ لان میں کھڑی باتیں کر رہیں تھیں۔

"امی! کیا اب یہیں کھڑی رہیں گی، گھر اندر سے تو دیکھ لیں۔" فاطمہ بولتی ہوئی باہر آئی اور فوزیہ بیگم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ ہی اندر لے گئی۔ وقار اپنی امی اور بہنوں کو خوش دیکھ کر پر سکون ہو گیا۔

بعض اوقات انسان کی زندگی میں ایسے موڑ آجاتے ہیں جہاں انسان کو اندھیروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، انسان مایوس ہو جاتا ہے۔ مگر منزل تک پہنچنے کے لیے خدا پر کامل یقین کی ضرورت ہوتی ہے، اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑنے کی بجائے حالات کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، مایوسی کی تاریکیوں کی نہیں بلکہ جذبے اور امید کی روشنیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

رات کے کھانے کے بعد مصطفیٰ صاحب، فرحت بیگم اور حارث لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ جب مصطفیٰ صاحب بولے۔ "حارث بیٹا پیکنگ کر لی تم نے؟"

"جی بابا۔ کل رات کی فلائیٹ ہے، آپ ریڈی رہیئے گا۔" حارث بولا۔

"کون کہاں جارہاہے!؟کس کی فلائیٹ ہے؟"حمائل نے پوچھا۔اس نے لان میں آتے ہوئے حارث کی آخری بات سنی تھی۔

"میں اور باباایک میٹنگ کے سلسلے میں کل لندن جارہے ہیں۔"حارث نے جواب دیا۔

"کیامطلب؟آپ دونوں کیوں جارہے ہیں؟آفس سے کسی اور کو بھیج دیں۔"حمائل جو حارث کے ساتھ پڑی کرسی پر بیٹھنے لگی تھی فوراً سیدھی کھڑی ہو کر بولی۔

"گڑیا!ہم دونوں کا جاناضروری ہے،اور ویسے بھی صرف دو دن کی بات ہے۔"مصطفٰی صاحب اسے سمجھاتے ہوئے بولے۔

"باباپھر بھی۔۔۔دودن۔۔۔آپ بس نہیں جائیں گے۔"حمائل ضد کرتے ہوئے بولی۔

"حمائل کیاہو گیاہے۔تمہارے بابااور بھائی اکثر جاتے رہتے ہیں،پھراب کیوں ضد کر رہی ہو؟"فرحت بیگم نے پوچھا۔حمائل وہیں سر جھکائے کھڑی رہی۔

"میری جان!اگر میراجاناضروری نہ ہوتاتو میں کبھی نہ جاتا۔مگراب مجبوری

NEWERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہے۔" مصطفیٰ صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کر حمائل کے پاس گئے اور اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پیار سے بولے۔

"مگر بابا مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ آپ نہ جائیں۔" حمائل روتے ہوئے بولی۔

"بھئی کیسا ڈر؟ ہم کونسا جہاد پر جا رہے ہیں۔ میٹنگ کے لیے جا رہے ہیں۔" حارث بھی اس کے پاس آتے ہوئے ہنس کر بولا۔

"ہاں! کچھ نہیں ہوتا۔ بس اب نہیں رونا۔" مصطفیٰ صاحب اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے مسکرا کر بولے۔

"پلیز اب مت رونا۔ بالکل چڑیل لگتی ہو روتے ہوئے۔" حارث اس کے سر پر پیار کرتے ہوئے بولا۔

"بابا! بھائی کو منع کر لیں۔ ورنہ۔۔۔" حمائل اس کے چڑیل کہنے پر غصے میں آ گئی اور غصے سے بولی۔

"ورنہ کیا چڑیل؟" حارث اسے تنگ کرتے ہوئے بولا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ حمائل بھی اس کے پیچھے بھاگی۔ فرحت بیگم اور مصطفیٰ صاحب بچوں کو خوش دیکھ کر مسکرا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دیے۔

حارث اور حمائل ایسے ہی تھے۔حارث اس کی ہر الٹی سیدھی خواہش پوری کرتا۔وہ اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا،اس لیے وہ جب بھی روتی اس کا موڈ اچھا کرنے کے لیے کوئی ایسی بات کر دیتا جس سے وہ چڑ جاتی اور اپنا رونا بھول کر حارث کے پیچھے پڑ جاتی اور پھر سے پہلے کی طرح ہو جاتی۔

آج مصطفیٰ صاحب اور حارث کو لندن گئے ہوئے دو دن ہو گئے تھے۔ حمائل رات کے وقت سونے سے پہلے فرحت بیگم کے کمرے میں آئی۔فرحت بیگم بیڈ پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھیں۔ حمائل ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ فرحت بیگم کتاب سائیڈ پر رکھ کر حمائل کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔

"کیا ہوا بیٹا؟"فرحت بیگم بولیں۔

"ماما!دو دن ہو گئے ہیں بابا اور بھائی کو گئے،وہ کب آئیں گے؟"حمائل افسردہ لہجے میں بولی۔

"کل صبح کی فلائیٹ ہے ان کی۔۔۔بلکہ میں فون کرتی ہوں تم خود بات کرلو۔"فرحت بیگم سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھاتے ہوئے بولیں۔

فرحت بیگم کافی دیر سے انھیں کال کر رہیں تھیں۔ مگر نہ مصطفیٰ صاحب کال اٹینڈ کر رہے تھے اور نہ ہی حارث۔ فرحت بیگم موبائل ٹیبل پر رکھنے ہی لگی تھیں جب حارث کا میسج آیا۔

گھر کے باقی حصوں کی طرح لان کو بھی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ جس کی ایک طرف کیاری تھی جو مختلف رنگوں کے دلکش پھولوں سے بھری ہوئی تھی اور دوسری طرف ایک شیڈ لگا کر اس کے نیچے سلیقے سے میز اور کرسیاں رکھی گئی تھیں۔موسم بہت خوشگوار تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔شام کو سب لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ جب گیٹ پر بیل بجی۔

"میں دیکھتا ہوں۔"وقار یہ کہہ کر گیٹ کھولنے چلا گیا۔

"سلام جانِ من!" وقار نے گیٹ کھولا تو عماد اس کے گلے لگ کر لڑکیوں کے انداز میں بولا۔

"پیچھے ہٹ۔ میں نے تجھے کتنی مرتبہ کہا ہے کے میرے ساتھ ایسے فضول لفظ نہ بولا کر۔" وقار اسے اپنے سے الگ کرتے ہوئے بولا۔

"اوکے جانِ من۔" عماد ایک آنکھ دبا کر بولا اور لان کی طرف بھاگ گیا اور پیچھے سے وقار مسکرا دیا۔

وقار سنجیدہ اور تھوڑا خاموش طبیعت کا شخص تھا جبکہ عماد اس سے بالکل الٹ تھا۔ ہر کسی کی بات کا الٹا جواب دینا، وقار کو الٹے سیدھے ناموں سے پکارنا (جس سے وقار کو سخت چڑ تھی) اور ہر چھوٹی خوشی کو بھرپور طریقے سے انجوائے کرنے والا شخص تھا۔ ان کی نیچر ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھی لیکن ان کی دوستی اتنی ہی مضبوط تھی۔

عماد سب سے سلام کر کے وہیں فوزیہ بیگم کے پاس بیٹھ گیا۔ "عماد کہاں گم تھے؟ اتنے دنوں بعد آئے ہو۔" فوزیہ بیگم نے اس کے کان کھینچتے ہوئے پوچھا۔

"ہائے ماں جی! نہ پوچھیں، یہ جو آپ کا ظالم بیٹا ہے نا سارا دن مجھ سے کام

کرواتا ہے،اس نے اپنا بزنس سیٹ کرنے کے چکر میں مجھ جیسے عظیم انسان کو بھی ساتھ گھسیٹ لیا ہے۔"عماد اپنا کان چھڑواتے ہوئے معصوم شکل بنا کر بولا۔

"عماد بھائی! عظیم انسان نہیں،انتہائی فارغ انسان ہیں آپ۔"فاطمہ ہاتھ لہراتے ہوئے بولی۔

"ہونہہ! کہہ کون رہا ہے۔"عماد نے بھی فوراً اہنس کر جواب دیا۔

"تم دونوں پھر سے شروع ہو گئے ہو۔"زہرہ ان دونوں کو غصے سے گھورتے ہوئی بولی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں نے کیا کہا ہے اب؟عماد بھائی ہی بولی جا رہے ہیں۔"فاطمہ چڑ کر بولی۔

"اچھا اب بس کرو۔امی میں ذرا ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں،رات کو آنے میں دیر ہو جائے گی آپ لوگ کھانا کھا لیجیے گا۔"وقار موبائل پر انگلیاں چلاتے ہوئے مصروف انداز میں بولا۔

"ٹھیک ہے۔خیریت سے جائو۔"فوزیہ بیگم بولیں۔وقار ان سے سر پر پیار لے کر چلا گیا اور فوزیہ بیگم بھی نماز پڑھنے کے لیے اندر چلی گئیں۔

"فاطمہ جائو عماد کے لیے چائے بنالائو۔"زہرہ،ناراض بیٹھی فاطمہ سے بولی۔

"کیوں؟ان کو اپنے گھر چائے نہیں ملتی؟"فاطمہ،عماد کو دیکھ کر غصے سے بولی۔

"نہیں۔"عماد ڈھٹائی سے مسکرا کر کہا۔

"تو پھر خود ہی بنالیں۔کیونکہ میں تو نہیں بنانے والی آپ کے لیے چائے۔"فاطمہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے نارمل انداز میں بولی۔

"بنانے کی غلطی بھی نہ کرنا۔تمہارے ہاتھ کی چائے پینے سے اچھا بندہ زہر کھا لے۔"عماد اس کا مذاق اڑاتے ہوئے ہنس کر بولا۔

"تو پھر زہر ہی کھالیں۔"فاطمہ غصے سے کہہ کر پیر پٹختی اندر چلی گئی۔

"زہرہ آپی!آپ ہی اچھی سی چائے پی لادیں۔"عماد معصوم شکل بنا کر بولا۔"اچھا تم بیٹھو میں بنا کر لاتی ہوں۔"زہرہ کہہ کر چائے بنانے چلی گئی۔

فرحت بیگم نے حارث کا میسج پڑھ کر موبائل واپس سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"ماما۔ کس کا میسج تھا؟" حمائل نے گردن اٹھا کر فرحت بیگم سے پوچھا۔

"حارث کا ہی تھا۔ کہہ رہا ہے کہ وہ لوگ بزی ہیں، فری ہو کر خود کال کریں گے۔" فرحت بیگم نے حارث کے آئے ہوئے میسج کے بارے میں بتایا۔

"ہمم۔۔۔ ٹھیک ہے۔" حمائل دھیمی آواز میں بولی۔

"حمائل میری جان! اتنی اداس کیوں ہو؟ بابا اور بھائی کل تک آجائیں گے نا۔" فرحت بیگم اس کے گال پر پیار کرتے ہوئے بولیں۔

"ماما کل میرا رزلٹ ہے، اور ہر بار بابا ہی میرا رزلٹ دیکھتے ہیں۔ کل کون دیکھے گا رزلٹ؟" حمائل بولی۔

"تو پھر کیا ہوا۔ کل دوپہر تک آجائیں گے بابا تب بتا دینا ان کو۔۔۔ چلو اب سو جائو۔ شاباش!" فرحت بیگم اسے کمفرٹر اوڑھاتے ہوئے بولیں۔

اگلے دن صبح ناشتے کے بعد حمائل ہاتھ میں موبائل پکڑے، اپنے رزلٹ کے انتظار میں ناجانے لان کے کتنے چکر لگا چکی تھی۔ فرحت بیگم بھی وہیں بیٹھی اسے چکر کاٹتے دیکھ رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد فرحت بیگم کسی کام سے اندر گئیں تو لینڈ لائن پر کسی کی کال آ رہی تھی۔ انھوں نے ریسور اٹھایا۔"آپ مسز مصطفیٰ بول رہی ہیں؟"سلام کے بعد دوسری طرف سے آدمی (خالد صاحب) نے تصدیق کی۔

"جی! مگر آپ کون؟"فرحت بیگم نے پوچھا۔

"میں مصطفیٰ صاحب کے آفس سے بات کر رہا ہوں۔آپ کو ایک خبر دینی ہے۔" خالد صاحب پریشانی سے بولے۔

"ک۔۔۔کیسی خبر؟"یہ پوچھتے ہوئے فرحت بیگم کی زبان لڑکھڑائی۔

"مصطفیٰ صاحب اور حارث آج صبح جس فلائیٹ سے پاکستان واپس آ رہے تھے،وہ فلائیٹ حادثے کا شکار ہو گئی ہے۔ان کا پلین کریش ہو گیا ہے۔"خالد صاحب کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ انھیں یہ خبر کیسے دیں۔

"نن۔۔۔نہیں۔۔۔ای۔۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔"فرحت بیگم کے قدم لڑکھڑائے اور وہ پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

حمائل جو خوشی سے چیختے ہوئے فرحت بیگم کو اپنا رزلٹ بتانے آ رہی تھی،انھیں اس

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

طرح کرسی پر بیٹھتے ہوئے دیکھا تو بھاگ کر ان کر قریب آئی۔"ماما کیا ہوا ہے؟" حمائل نے ان سے پوچھتے ہوئے ان کے ہاتھ سے رسیور لیا اور کان سے لگایا۔"ہم کچھ دیر تک مصطفیٰ صاحب اور حارث کی ڈیڈ باڈیز لے کر پہنچ رہے ہیں۔" خالد صاحب نے آہستہ آواز میں کہا اور کال ڈس کنیکٹ کر دی۔

حمائل کو لگا اس کے کانوں میں جیسے کسی نے پگھلتا ہوا سیسہ انڈیل دیا ہو۔اس کے ہاتھ سے رسیور چھوٹ گیا،اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور وہ وہیں زمین پر گر گئی۔فرحت بیگم روتے ہوئے اس کا چہرہ تھپتھپا رہیں تھیں۔شور کی آواز سن کر گھر کے سب ملازم بھی اکٹھے ہو گئے۔

آج اس ہنستے بستے گھر پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔سب کچھ لمحوں میں برباد ہو گیا۔۔۔ درد و غم کی ہوا سب کچھ اڑا کر لے گئی تھی۔

اس کے بابا اور بھائی اس سے وعدہ کر کے گئے تھے کہ وہ جلدی واپس آئیں گے۔ ان دونوں نے اپنی لاڈلی کا وعدہ پورا کر دیا تھا۔وہ اپنی گڑیا سے کیے وعدے کو کیسے ادھورا چھوڑ سکتے تھے۔ آج وہ واپس آ گئے تھے

مگر ویسے نہیں جیسے ہنستے مسکراتے گئے تھے بلکہ۔۔۔بلکہ بے جان ، کفن میں لپیٹے ہوئے، تابوت میں بند۔۔۔

دوپہر کے وقت سب خاندان والے اور جاننے والے مصطفیٰ صاحب کے گھر جمع ہو گئے۔ باپ اور جوان بیٹے کی موت پر سب ہی دکھی تھے۔

حمائل جو صبح سے بے ہوش تھی، کچھ دیر پہلے ہوش میں آنے کے بعد سے اپنے بابا اور بھائی کے سرہانے بیٹھی مسلسل روتے ہوئے کچھ نہ کچھ بولے جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد، جب جنازے کا وقت ہو تو تمام مرد حضرات اندر آئے جہاں حمائل اپنے بابا اور بھائی کی چارپائی کو مضبوطی سے تھامے بیٹھی رو رہی تھی۔

"بابا اٹھ جائیں نا، آپ کی گڑیا رو رہی ہے۔۔۔بھائی اٹھ جائیں۔آپ کیوں نہیں سن رہے۔یہ۔۔۔یہ لوگ آپ کو مجھ سے دور لے کر جا رہے ہیں۔۔۔آپ نے کہا تھا کہ آپ ج۔۔۔مجھے روتا ہوا نہیں دیکھ سکتے، میں رو۔۔۔رو رہی ہوں مجھے چپ کروائیں نا۔۔۔"حمائل ہچکیوں سے روتے ہوئے بول رہی تھی۔وہاں موجود عوتوں نے اسے مشکل سے پیچھے کیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اٹھیں نا بابا! میں نے آپ کو ایسے واپس آنے کے لیے نہیں کہا تھا۔۔۔ واپس آجائیں۔۔۔ میں کی۔۔۔ کیسے رہوں گی آپ کے بغیر۔ مجھے آپ کے گلے لگنا تھا میں نے دو۔۔۔ دو دن انتظار کیا تھا آپ کا۔۔۔ واپس آجائیں آپ کے بغیر مر۔۔۔ مر جائوں گی میں۔۔" حمائل فرحت بیگم کے گلے لگے چیخ رہی تھی۔۔۔

مگر اب تو بہت دیر ہو چکی تھی کیونکہ جانے والے پھر مڑ کر واپس نہیں آتے۔۔۔

~ابھی وقت نہیں تھا باباجان

آپ نے جلدی کی ہے جانے میں

وقار اپنے آفس میں عماد کے ساتھ بیٹھا کام میں مصروف تھا جب موبائل پر کسی کی کال آئی۔ کال سننے کے بعد وہ فوراً کھڑا ہوا اور آفس سے باہر جانے لگا۔

"کہاں جا رہا ہے؟" عماد کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

"حارث بھائی کے گھر جا رہا ہوں۔" وقار آفس سے باہر نکلتے ہوئے بولا۔

"مگر کیوں؟"عماد نے پھر سوال کیا۔

"یار تجھے اگر میرے ساتھ جانا ہے تو خاموشی سے چل ورنہ واپس چلا جا۔"وقار غصے سے بولتا ہوا گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔عماد بھی خاموشی سے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا اور پھر سارا راستہ خاموش ہی رہا۔

وقار کو حارث کے آفس سے کال آئی تھی اور اسے مصطفٰی صاحب اور حارث کے انتقال کے بارے میں بتایا گیا تھا مگر اسے یقین نہیں آیا اور وہ حارث کے گھر چلا گیا۔

مصطفٰی صاحب کے گھر پہنچ کر اسے فرحت بیگم سے معلوم ہوا کہ ان کا تین دن پہلے پلین کریش میں انتقال ہو گیا تھا۔

"آنٹی میں بہت شرمندہ ہوں۔انکل اور حارث بھائی کا سوئم بھی ہو گیا اور مجھے خبر ہی نہیں۔"وقار سر جھکائے بیٹھا شرمندگی سے بولا۔

"بیٹا کوئی بات نہیں۔"فرحت بیگم اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولیں۔

"آنٹی آپ مجھے بھی اپنا ہی بیٹا سمجھیں۔آپ کو کوئی بھی پرابلم ہو مجھ سے شیئر کر سکتیں ہیں۔"وقار،فرحت بیگم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے ادب سے بولا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہمم۔۔۔شکریہ!"فرحت بیگم بولیں۔

"نہیں آنٹی شکریہ کیسا۔انکل اور حارث بھائی نے میری بہت مدد کی ہے،ان کے لیے اتنا تو کر ہی سکتا ہوں۔"

فرحت بیگم نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

عماد اور وقار واپس جانے کے لیے باہر آئے تو وقار کی نظر لان میں گم سم بیٹھی حمائل پر پڑی۔"عماد تو چل میں آتا ہوں۔"وقار،عماد کو گاڑی کی چابی پکڑاتے ہوئے بولا۔عماد نے اس سے چابی لی اور گھر سے باہر چلا گیا۔

"حمائل؟"وقار نے اس کے پاس جا کر اسے دھیمی آواز میں پکارا۔مگر حمائل اسی طرح بیٹھی،اپنی سوچوں میں گم،خلا میں دیکھتی رہی۔

"حمائل؟"وقار نے اس کا کندھا ہلا کر پھر پکارا۔حمائل ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔

"آ۔۔۔آپ؟"اس نے حیرت سے پوچھا۔

"جی میں!کیسی ہیں آپ؟"وقار نے اس کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"پتا نہیں۔"وہ دھیمی آواز میں بولی اور ساتھ ہی آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر اس کے چہرے

کو بھگونے لگے۔

"حمائل! ہم خدا کے فیصلوں کو بدل نہیں سکتے۔ہم سب نے ہی ایک نا ایک اس دنیا سے چلے جانا ہے، کسی نے پہلے تو کسی نے بعد میں۔۔۔"وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

"مگر میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا؟ کیوں بابا اور بھائی مجھے چھوڑ کر چلے گئے؟"اس نے روتے ہوئے گِلہ کیا۔

"آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہیں کہ یہ صرف آپ کے ساتھ ہی ہوا ہے۔میں بھی تو آپ کے سامنے بیٹھا ہوں، کچھ عرصہ پہلے مجھ پر بھی یہ قیامت گزر چکی ہے۔۔۔مجھے لگا تھا کہ میں بابا کے بغیر مر جاؤں گا مگر اب تک زندہ ہوں."وہ کچھ لمحے کے لیے رکا اور پھر بولا"حمائل! ہمیں جینا پڑتا ہے اپنے لیے نہیں اپنے سے جڑے رشتوں کے لیے۔ان کی خوشی کے لیے، خود کو مضبوط کرنا پڑتا ہے۔"وہ اسے نرمی سے سمجھا رہا تھا۔

"مگر۔۔۔"وہ بولنے لگی لیکن وقار نے اس کی بات کاٹ دی۔"یہ لفظ 'مگر' ہی انسان کو کمزور کر دیتا ہے۔آپ نے ہی اب اپنی والدہ کا سہارا بننا ہے، اگر آپ خود ہی ہمت ہار جائیں گی تو انھیں کیسے سنبھالیں گی۔۔۔سو، بی بریو!"وہ بولنے کے بعد خاموش ہوا تو

حمائل نے محض سر اثبات میں ہلا دیا۔

"میں چلتا ہوں۔۔۔اپنا خیال رکھیے گا۔" وہ اپنے کوٹ کا بٹن بند کرتے ہوئے کھڑا ہوا اور وہاں سے چلا گیا جبکہ حمائل اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔

فرحت بیگم کے بعد وہ پہلا شخص تھا جس نے اسے اس طرح سے تسلی دی اور نرمی سے سمجھایا۔

وہ بہت کم لڑکیوں سے بات کرتا تھا مگر آج حمائل کو اس حالت میں دیکھ کر خود بخود ہی اس کے قدم حمائل کی جانب اٹھنے لگے اور کتنی ہی دیر وہ اس کو سمجھاتا رہا۔

مصطفیٰ صاحب اور حارث کے انتقال کو چار ماہ گزر چکے تھے۔ اس عرصے کے دوران اکثر وقار فرحت بیگم کا حال پوچھنے آتا رہتا اور اکثر فرحت بیگم خود فون کرکے اسے خود بلا لیتی۔

حمائل نے انٹر کے رزلٹ کے بعد کسی نیورسٹی میں ایڈمیشن نہیں لیا تھا۔ فرحت بیگم چاہتی تھی کہ وہ یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے کر اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کردے مگر

حمائل ہر بار انکار کر دیتی۔آج فرحت بیگم نے وقار کو کال کی اور وہ اسے زبردستی اپنے ساتھ،یونیورسٹی میں اس کا ایڈمیشن کروانے کے لیئے لے گیا۔

وہ دونوں ساتھ چلتے ہوئے یونیورسٹی کے ایڈمیشن آفس کی طرف جارہے تھے۔وقار ایڈمیشن آفس سے کچھ فاصلے پر لگے بینچ پر جا کر بیٹھ گیا جب کہ حمائل اپنے دھیان چلتی ہوئی آفس تک پہنچی اور اپنے برابر وقار کو نہ پا کر ڈر گئی۔اس نے آس پاس نظریں دوڑائیں تو اس کی نظر بینچ پر بیٹھے وقار پر پڑی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

حمائل تیز تیز چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اس کے ساتھ ہی بینچ پر بیٹھنے لگی جب وقار فورًا بولا"آپ یہاں کیوں بیٹھ رہی ہیں؟"

"تو اور کہاں بیٹھوں؟"وہ اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھنا ہی کیوں ہے۔جا کر اپنا ایڈمیشن فارم فل کریں۔"وقار نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"کیاااا؟مجھے کیا پتا کہ کیسے کرتے ہیں۔"وہ معصومیت سے بولی۔

"وہ دیکھیں وہ سب لڑکیاں جارہی ہیں،آپ بھی جائیں،ایڈمن آپ کو خود ہی بتادیں

گے کہ کیسے کرنا ہے۔"اس نے آفس کی طرف جاتی لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

حمائل وہیں کھڑی آفس کی طرف دیکھتی رہی۔"آپ بھی آجائیں ناساتھ۔"

"حمائل! جو اپنے کاموں کے لیے دوسروں کا سہارا تلاش کرتا رہتا ہے وہ کبھی اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتا۔بی کون فیڈنٹ۔۔۔ چلیں جائیں شاباش۔"وقار نے اسے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

حمائل نے اک نظر وقار کو دیکھا اور آفس کی طرف چل دی۔

یونیورسٹی سے واپسی پر حمائل گاڑی میں شیشے کی طرف رخ موڑے بیٹھی باہر دیکھ رہی تھی۔وقار کے موبائل پر مسلسل کال آرہی تھی اس نے کال سننے کے لیے گاڑی سائیڈ پر روکی اور فون پر بات کرنے لگا وہ بات کرنے کے دوران مسلسل ہنس رہا تھا اور حمائل اس کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔اس نے کال سننے کے بعد موبائل ڈیش بورڈ پر رکھا اور حمائل کی نظریں خود پر محسوس کر کے بولا "ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟"

"آپ ہنستے بھی ہیں؟"اس کے ذہن میں گردش کرتا سوال اس کی زبان پہ آگیا۔

"کیوں میرے ہنسنے پر پابندی ہے؟"وقار نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے مسکرا کر

پوچھا۔

"نہیں،،،ایسا نہیں ہے وہ۔۔۔جب میں آپ سے پہلی دفعہ ملیں تو مجھے لگا آپ بالکل سنجیدہ انسان ہیں اور آپ ہنستے بھی نہیں ہونگے۔" حمائل نے آہستگی سے کہا۔

"اچھا۔۔۔ویسے آپ کے بارے میں بھی میری رائے آپ سے مختلف نہیں ہے، مطلب میں نے بھی آپ کو کبھی ہنستے یا مسکراتے نہیں دیکھا۔" وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔

اس کی بات سن کر حمائل مسکرا دی۔ "ایسے ہی مسکراتی رہا کریں، اچھی لگتی ہیں۔" اس کو مسکراتا ہوا دیکھ کر وقار کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ حمائل حیرت سے اسے دیکھا۔

وقار کو بولنے کے بعد احساس ہوا کہ وہ کیا کہہ گیا ہے اور پھر باقی سارا راستہ وہ خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا اور حمائل کھڑکی کی طرف رخ موڑے خاموشی سے بیٹھی رہی۔

ماں بیٹی کو وقت کے ساتھ ساتھ صبر تو آ ہی گیا تھا مگر انھیں کیا معلوم تھا کہ ابھی تو آزمائشیں شروع ہوئی ہیں۔ اصل منزل تو ابھی

بہت دور ہے اور اس راستے میں انھیں ناجانے کیا کچھ کھونا ہے اور کیا پانا ہے۔

مصطفی صاحب کے بڑے بھائی، مجتبیٰ صاحب اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ کراچی میں رہتے تھے۔ حرام کی کمائی سے خریدے ہوئے بڑے بڑے بنگلوں کے مالک تھے۔ دولت کی ہوس نے انھیں اندھا کیا ہوا تھا۔

جس گھر میں مصطفی صاحب رہتے تھے اس میں آدھا حصہ مجتبیٰ صاحب کا تھا۔

مصطفی صاحب کے انتقال کے بعد انھوں نے اس بنگلے کو اپنی ملکیت سمجھ کر بیچ دیا اور اس کا ۲۰% (بیس فیصد حصہ) فرحت بیگم اور حمائل کو دیا اور باقی کا پیسہ اپنے دو نمبر کاروبار میں لگا دیا۔

فرحت بیگم کو گھر بکنے کے بعد آخری حل یہی نظر آیا کہ وہ اپنے بھائی کے گھر چلی جائیں تاکہ سر چھپانے کے لیے چھت مل جائے اور اپنے پاس جمع شدہ رقم کو اپنے اور حمائل کی کے زورمرہ کے خرچے اور فیس کے لیے استعمال کر لیں گی اس طرح وہ اپنے بھائی پر بوجھ بھی نہیں بنیں گی۔

فرحت بیگم کے بڑے بھائی احمد سکندر اپنی اکلوتی بیٹی آمنہ احمد کی شادی کرنے کے بعد

اپنی بیوی ریحانہ بیگم کے ساتھ امریکا شفٹ ہوگئے تھے۔اب سکندر ویلا میں صرف رضا سکندر کی فیملی رہتی تھی۔

رضا سکندر نے اپنی بہن کو مجبور دیکھ کر اپنے گھر رہنے کی اجازت دے دی مگر ان کی بیگم صائمہ بیگم کو یہ بات ہضم نہ ہوئی۔

ماضی:

"مصطفی! مجھے تمہاری ایک مدد چاہیے۔" رضا صاحب پریشانی سے بولے۔

رضا سکندر اور ان کی بیگم مصطفی صاحب کے گھر آئے تھے اور اب سب بڑے لاؤنج میں بیٹھے بات کر رہے تھے۔

"ہاں بولو۔" مصطفی صاحب نے کہا۔

"مجھے اسّی (۸۰) لاکھ چاہیئے۔آپ فکر نہ کریں، میں آپ کو کچھ عرصے تک واپس کر دوں گا۔" وہ امید بھری نظروں سے مصطفی صاحب کو دیکھ رہے تھے۔

"رضا تم تو جانتے ہو میں نے تو خود اپنا بزنس سیٹ کرنے کے لیے بینک سے لون لیا ہوا

ہے۔میرے پاس اتنی بڑی رقم نہیں ہے۔ہاں آٹھ دس لاکھ دے سکتا ہوں۔"انھوں نے جواب دیا۔

"آٹھ دس لاکھ سے تو کچھ فرق نہیں پڑے گا۔میں مجبور نہ ہوتا تو آپ کے پاس کبھی نہ آتا۔"وہ اور صائمہ بیگم جانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

"بھائی آپ بیٹھیں تو سہی۔مل کر کچھ سوچتے ہیں۔"فرحت بیگم بولیں۔

"اگر محض سوچنا ہی ہوتا تو ہم خود بھی سوچ سکتے تھے،ہمیں پیسوں کی ضرورت ہے جو آپ لوگ نہیں دے سکتے۔اور یہ خیرات ہمیں نہیں چاہیے۔"صائمہ بیگم تلخ لہجے میں بولیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

رضا سکندر نے انھیں غصے سے دیکھا اور فوراً بولے "نہیں کوئی بات نہیں،ہم چلتے ہیں۔خدا حافظ۔"رضا صاحب بولے اور صائمہ بیگم کو لے کر وہاں سے چلے گئے۔

اس دن کے بعد سے صائمہ بیگم کا رویہ فرحت بیگم اور ان کے گھر والوں کے ساتھ تلخ ہی رہا۔اب بھی جب فرحت بیگم اور حمائل ان کے گھر رہنے آ گئی تھیں تو سالوں پرانا دل میں بھرا اغبار نکالنے کا موقع مل گیا تھا۔حمائل سے نفرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی

کہ حمائل ان کی بیٹی علیزے سے زیادہ خوبصورت اور سلجھی ہوئی لڑکی تھی جس کی وجہ سے علیزے کے رشتے کے لیے آئے ہوئے اکثر لوگ حمائل کو پسند کر جاتے۔

ماما !کیا ہوا آپ کو؟ آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"حمائل کمرے میں" داخل ہوئی اور اپنا بیگ سائیڈ پر پھینک کر اپنی ماں کے قریب آئی،جو بیڈ پر نڈھال پڑی تھیں۔

"ہمم۔۔بیٹا میں ٹھیک ہوں۔"فرحت بیگم اسے اپنے پاس بیٹھاتے ہوئے بولیں۔

"نہیں ماما آپ ٹھیک نہیں لگ رہیں،آپ اٹھیں ہم ڈاکٹر کے چلتے ہیں۔"

وہ فوراً اکھڑی ہوئی مگر فرحت بیگم نے اسے واپس بیٹھادیا۔

"حمائل کچھ نہیں ہوا مجھے،ویسے بھی ابھی گھر پر کوئی نہیں ہے،کیسے جائیں گے؟ یہاں بیٹھو اور آرام سے میری بات سنو۔"

"جی۔۔۔"وہ ان کے پاس بیٹھی اور انکا سر دبانے لگی۔"حمائل مجھ سے ایک وعدہ کرو گی؟"اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیساوعدہ ماما؟"

"میری جان وعدہ کرو کبھی ہمت نہیں ہاروگی،پڑھ لکھ کر اپنے بابااور بھائی کی طرح کامیاب انسان بنو گی،ان کی بھی یہی خواہش تھی کہ تم بہادراورنڈر لڑکی بنو۔"

"ماما میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں جیساآپ چاہتی ہیں میں آپ کو بالکل ویسی ہی بن کر دیکھاؤں گی،آپ کا سہارابنوں گی۔میں آپ کو کبھی رسوانہیں کروں گی۔"ان کا ہاتھ چومتے ہوئے بولی۔

"بیٹاانسان کی زندگی کا بھروسہ نہیں ہوتا،یہ سانسیں ناجانے کب رک جائیں کچھ معلوم نہیں۔آج میں ساتھ ہوں کل نہیں ہوں گی۔۔مگر تمہیں ویسی ہی زندگی گزارنی ہے جس کا تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔"

"ماماپلیزاس طرح کی باتیں نہ کریں۔کچھ نہیں ہوگاآپ کو۔"حمائل غصے سے بولی۔

"اچھا میری ماں !اب رونے مت لگ جانا۔۔۔یہ مجھے پانی کاگلاس تو پکڑادو۔"وہ حمائل کا غصہ کم کرنے کے لیے ہنس کر بولیں۔حمائل انھیں پانی کاگلاس پکڑاکر واش روم کی جانب بڑھ گئی۔

وہ جب واش روم سے باہر آئی تو گلاس زمین پر گراپڑا تھا اور فرحت بیگم کا ہاتھ بیڈ سے نیچے لٹک رہا تھا۔"ماما اٹھیں۔آنکھیں کھولیں۔"وہ ان کا چہرہ تھپتھپاتے چیخی۔

گھر پر سوائے ان دونوں کے کوئی اور نہیں تھا۔اس کو کچھ سمجھ نہ آیا تو اس نے پاس پڑے موبائل سے وقار کو کال ملادی۔

السلام علیکم ڈاکٹر صاحب"!وہ ڈاکٹر کے روم میں داخل ہوتے ہوئے" بولا۔

جی وعلیکم السلام تشریف رکھیں۔"ڈاکٹر نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔"

"آپ کے پیشنٹ کی رپورٹس آگئی ہیں جس کے مطابق انہیں برین ٹیومر ہے اور۔۔۔ان کا ٹیومر آخری سٹیج پر ہے۔"

وقار کچھ دیر بے یقینی سے ڈاکٹر کو دیکھتا رہا اور پھر بولا"ہم ان کا آپریشن بھی تو کرواسکتے ہیں نا۔"

"وقار صاحب!ان کا ٹیومر آخری سٹیج پر ہے اس صورت میں اگر ہم آپریشن کر بھی

دیں تو کچھ خاص فرق نہیں پڑے گا۔ہم انہیں میڈیسن وغیرہ دے کر صرف اب کوشش ہی کر سکتے ہیں کہ ان کا ٹیومر نہ بڑھے۔۔۔باقی زندگی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔" وہ ڈاکٹر سے ان کی کنڈیشن کے بارے میں پوچھ رہا تھا جو اسے بتا رہے تھے کہ اب فرحت بیگم کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔

"کیا کہا ڈاکٹر نے ؟" اس نے وقار کو ڈاکٹر کے روم سے باہر آتا دیکھ کر فوراً پوچھا۔

"کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے بس تھوڑا بی پی لو ہو گیا تھا انکا۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولا۔

"آپ سچ بول رہے ہیں نا؟ مجھے ماما کی رپورٹس دیکھائیں۔" اسے وقار کی بات پر یقین نہ آیا تو پوچھا۔

"جی میں سچ بول رہا ہوں اور رپورٹ ابھی نہیں آئی۔۔۔آپ آنٹی کے پاس اندر جائیں میں یہ میڈیسنس لے کر آتا ہوں۔" وقار کہہ کر فوراً وہاں سے چلا گیا۔

ماں جی! ماں جی۔۔۔"عماد اونچی آواز میں بولتا ہوا اندر آیا اور کچن کی

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

طرف بڑھ گیا کیونکہ فوزیہ بیگم اکثر اس وقت وہاں ہی ہوتی تھیں۔

"چلو جی۔۔۔یہ پھر آ گئے۔"فاطمہ جو زہرہ کے ساتھ کچن میں کام کر رہی تھی، عماد کی آواز سن کر بولی۔

"ہاں جی! میں پھر آگیا۔۔۔زہرہ آپی! ماں جی کہاں ہیں؟"عماد نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے مسکرا کر کہا اور ڈائننگ ٹیبل کی ایک کرسی کھینچ کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر بیٹھ گیا۔

"وہ ہمارے پرانے محلّے میں ایک فوتگی ہو گئی ہے، وہیں گئی ہیں۔میں ابھی انھیں کو ہی فون کرنے جا رہی تھی۔"زہرہ نے جواب دیا اور کچن سے باہر چلی گئی۔

"عماد بھائی! ویسے ایک بات تو بتائیں، آپ کو اپنے گھر چین نہیں ہے۔"فاطمہ اس کے سامنے، سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

"میں نے تمھیں کتنی مرتبہ کہا ہے کہ مجھے بھائی نہ کہا کرو۔"وہ اچھل کر کھڑا ہوا اور غصے سے گھورتے ہوئے بولا۔

"تو اور کیا کہا کروں؟ ایک منٹ! اممم۔۔۔چاچو کہہ لیا کروں؟"اس نے اپنی ہنسی ضبط

کرتے ہوئے مصنوعی سنجیدگی سے پوچھا۔

"تم نا! چچا، پھپھا، ماما، تایا سب کچھ بول دو۔۔۔ بس عماد نہ بولنا۔" وہ چڑ کر بولا۔

"اففف۔۔۔ دیکھیں میرے میں ابھی اتنی تمیز ہے کہ اگر میں اپنے بھائی کو بھائی کہہ کر بلاتی ہوں تو اس لحاظ سے انکے دوستوں کو بھی بھائی ہی کہوں۔"

"بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہاری تمیز۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولا اور وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔

"اوہو! آپ تو ناراض ہو گئے، عماد بھاااائی۔" وہ اونچی آواز میں بولی اور ہنسنے لگی۔

جس وقت حمائل اور فرحت بیگم ہسپتال سے واپس آئیں، صائمہ بیگم اور ان کی بیٹی لان میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

"فرصت مل گئی ماں بیٹی کو گھر آنے کی؟" صائمہ بیگم نے غصے سے استفسار کیا۔

"ممانی جان! ماما کی طبیعت نہیں ٹھیک ہے، ہم ہسپتال سے ہی آرہے ہیں۔" حمائل نے جواب دیا۔

"پھپھو ویسے آپ کو بیمار ہونے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے۔ میرا مطلب آپ جب سے یہاں آئی ہیں بیمار ہی رہتی ہیں۔" علیزے استہزائیہ انداز میں بولی۔

"بہانے ہیں صرف دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کے، یہ ڈرامے ناکسی اور کو دکھانا، ابھی اندر جاؤ اور شام کی چائے کی تیاری کرو مہمان آرہے ہیں۔" صائمہ بیگم حکمیہ انداز میں بولیں۔

حمائل جی کہہ کر، فرحت بیگم کو سہارا دیے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

اگلے روز حمائل صبح یونیورسٹی جانے کے لیے تیار ہوئی۔ فرحت بیگم بھی بیڈ پر ہی لیٹی اسے دیکھ رہیں تھیں۔

"ماما میں جارہی ہوں۔ بانو (ملازمہ) سے کہہ دیا ہے وہ آپ کو ناشتہ اور دوا دے دے گی۔" وہ اپنے بیگ میں کتابیں رکھتے ہوئے انھیں بتارہی تھی۔

ہر روز کی طرح آج بھی یونیورسٹی جانے سے پہلے وہ ان کے سر پر بوسہ دینے ان کے پاس آئی تو ان کی آنکھیں بند دیکھ کر بولی۔ "چلو جی۔۔۔ میں کب سے بولی جارہی ہوں

اور آپ سوئی ہوئی ہیں۔"

حمائل نے ان کی پیشانی پر آتے بالوں کو پیچھے کیا تو ان کا ماتھا بالکل ٹھنڈا تھا۔حمائل نے انھیں کاندھے سے ہلایا تب بھی انھوں نے کوئی حرکت نہ کی۔

"ماما اٹھیں۔۔۔۔کیا ہوا ہے آپکو۔پلیز اٹھیں۔"وہ انھیں مسلسل جھنجھوڑ رہی تھی مگر۔۔۔

مگر۔۔۔جب روح ہی پرواز کر جائے تو جسم کی کوئی اوقات ہی نہیں رہ جاتی۔

حمائل کی زندگی ایک بار پھر اسی دوراہے پر آ کھڑی ہوئی تھی۔اپنے بابا اور بھائی کے بعد سے وہ اپنی ماں کے سہارے ہی تو جی رہی تھی، مگر آج وہ سہارا بھی اس سے چھن گیا۔

حمائل کے لیے نئے سفر کا آغاز ہو چکا ہے اور اس کی منزل کیا ہو گی، وہ خود بھی نہیں جانتی۔

ایک اور سفر کا آغاز،

تپتی دھوپ کے سفر کا آغاز۔۔۔

یہ زندگی کتنی عجیب ہوتی ہے نا، کیا بھروسہ کب ختم ہو جائے۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اور یہ سانسیں بھی کتنی بے وفا ہوتی ہیں، کبھی بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔۔۔

ہائے!!! یہ زندگی۔۔۔ 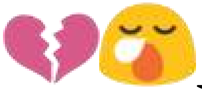

کیا ہو گیا ہے تجھے؟ بازو تو چھوڑ میرا۔" وقار اپنا بازو چھڑواتے ہوئے" بولا۔

عماد اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتا ہوا گاڑی کے پاس لایا اور اس کا بازو چھوڑ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"میں جو پوچھوں گا اس کا صحیح صحیح جواب دینا۔" عماد نے سنجیدگی سے کہا۔

"تجھے ہوا کیا ہے؟ اتنا غصے میں کیوں ہے؟"

وقار نے استفسار کیا۔

"تو جانتا تھا کہ آنٹی کو برین ٹیومر ہے؟" وہ غصے سے بولا۔

"ہاں مجھے معلوم تھا۔۔۔ اس میں غصے کرنا والی کونسی بات ہے؟" وہ لاپرواہی سے بولا۔

"تجھے سب پتا تھا اور وہ جس کی ماں تھی، اس بیچاری کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی۔" عماد دانت پیستے ہوئے بولا۔

"میں نے خود حمائل کو نہیں بتایا تھا۔ اور بتانے کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا کیونکہ آنٹی کے پاس اب مزید وقت نہیں تھا۔" وقار سر جھکائے دھیمی آواز میں بولا۔

"ہمم۔۔۔ تو میری ایک بات مانے گا؟" عماد پر سوچ لہجے میں بولا۔

"ہاں بول۔۔۔" وقار گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"تو حمائل سے شادی کر لے۔" عماد اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تو پاگل واگل تو نہیں ہو گیا، یہ تجھے میری شادی کا خیال کہاں سے آ گیا۔" وقار چڑ کر بولا۔

"اس میں خیال آنے والی کونسی بات ہے، تو نے ایک نا ایک دن شادی تو کرنی ہی ہے، تو اب کر لے۔" عماد نے کہا۔

"اچھا۔۔۔ ابھی میں اندر سے اس کی ماں کی تعزیت کر کے آ رہا ہوں اور اب اس کے لیے اپنا رشتہ لے کر پہنچ جاؤں۔" اس نے عماد کو گھورتے ہوئے کہا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"یار ہم صرف اس کے ماموں سے بات کریں گے ابھی، باقی کے معاملات ماں جی خود دیکھ لیں گیں۔" عماد اس کو سمجھاتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔۔۔" وقار اٹل لہجے میں بولا۔

"وجہ؟" عماد نے بھی اسی کے انداز میں پوچھا۔

"کوئی وجہ نہیں ہے۔" وہ کندھے اچکا کر بولا۔

"تو پھر ٹھیک ہے تو نہ آ، میں خود ہی چلا جاتا ہوں۔" عماد کہہ کر دوبارہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"اوئے رک۔۔۔ میں خود ایک دو دن تک چلا جاؤں گا۔۔۔ ابھی تو گھر چل۔" وقار اس کے پیچھے جاتے ہوئے اونچی آواز میں بولا۔

"یہ ہوئی نا بات! چل اب مجھے اچھے سے ریسٹورنٹ میں کھانا کھلا۔" اس نے وقار کے کاندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے ہنس کر کہا۔

"بہت ہی کوئی بے غیرت انسان ہے تو۔" وقار اسے گھورتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"نہ بھئی! بے غیرت نہیں ٹیلنٹڈ ہوں ٹیلنٹڈ، دیکھ کیسے میں نے تجھ جیسے ڈھیٹ انسان سے ایک منٹ میں اپنی بات منوالی۔" وہ اپنے کالر جھاڑتے ہوئے گردن اکڑا کر بولا۔

"اتنا شو خانہ ہو، ابھی میں نے تیری بات مانی نہیں ہے۔" وقار ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔

"میں بھی پھر تیرا ہی دوست ہوں، دیکھتا ہوں تو کیسے نہیں مانتا۔" عماد نے مسکرا کر کہا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

باپ کی شفقت، ماں کی ٹھنڈی چھاؤں اور بڑے بھائی کی بے لوث محبت کے بغیر زندگی کیا ہے؟ یہ بات حمائل بہت اچھی طرح جان گئی تھی۔ محض ایک سال میں اس کے ساتھ کتنا کچھ ہو گیا، سب کچھ ختم ہو گیا تھا سوائے اس کی اپنی ذات کے۔۔۔

لیکن اب اس کی بھی کسے پرواہ تھی۔ سب فکر اور احساس کرنے والے تو چلے گئے اور جو پاس ہیں وہ ساتھ نہیں ہیں۔

گھر میں کاموں اور پڑھائی کی روٹین ویسے ہی تھی جیسی اس کی ماں کے ہوتے ہوئے تھی۔بس فرق اتنا تھا کہ وہ جو کبھی کبھار کچھ بول لیتی تھی یا ہنس لیتی تھی،اب بالکل خاموش ہو گئی تھی۔وہ اپنی زندگی دوسروں کے اشاروں پر گزار رہی تھی۔اس گھر میں اس کی حیثیت محض ایک غلام کی تھی جس کا کام صرف اپنے مالک کا حکم ماننا تھا۔اس گھر کے مکینوں کا حمائل پر اتنا احسان تھا کہ اسے پڑھائی کی اور یونیورسٹی جانے کی اجازت دی گئی تھی۔

دوپہر کے وقت وہ کچن میں اپنے کام میں مصروف تھی۔جب قریب سے کسی کی آواز سن کر چونکی۔

"ہیلو ڈیئر کزن!"عمر شوخ لہجے میں بولا۔

"آپ؟کچھ چاہیئے آپ کو؟"حمائل اس سے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔

"پوچھ تو ایسے رہی ہو جیسے جو میں مانگوں گا فوراً دے دو گی۔"وہ کمینگی سے ہنستا ہوا بولا۔

"جی؟"حمائل نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"ویسے تمہیں ایک بات بتاؤں،تم اتنی معصوم ہو نہیں جتنی بننے کی کوشش کرتی ہو۔"

وہ دانت پیستے ہوئے غصے سے بولا۔

وہ سر جھکائے خاموش کھڑی رہی۔

اس کے اس طرح خاموش کھڑے رہنے پر عمر طیش میں آگیا۔

عمر نے اس کے بال اپنی مٹھی میں دبوچ لیے۔

"تمہارے منہ میں زبان نہیں کیا اور اپنی یہ اکڑ اپنے اس عاشق کو دکھایا کرو جو تمہاری ایک فون کال پر دوڑا چلا آتا ہے۔" وہ غصے سے دانت پیستے ہوئے بولا۔

"میرے بال چھوڑیں پلززز۔۔۔مجھے درد ہو رہا ہے۔" حمائل بال اس کے ہاتھ سے چھڑواتے ہوئے بولی۔

"عمر؟ کدھر ہو تم؟ میرے کمرے میں آ کر ذرا میری بات سن جائو۔" لائونج سے صائمہ بیگم کی آواز آئی جو عمر کو ہی ڈھونڈ رہیں تھیں۔

"آ رہا ہو مام!" وہ ایک جھٹکے سے اس کے بال چھوڑ کر کچن سے باہر چلا گیا۔

وہ وہیں کھڑی اپنی قسمت پر آنسو بہا رہی تھی۔اور اب یہ آنسو اس کا مقدر تھے شاید۔۔۔

وہ جسے کبھی ہوا بھی چھو کر نہ گزری تھی آج اس کے ساتھ ایسا سلوک ہو رہا تھا جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔

السلام علیکم !رضا انکل گھر پر ہیں؟ "اس نے گارڈ سے پوچھا۔"

"والیکم اسلام ! نہیں جی، صاحب جی تو گھر پر نہیں ہیں، آٹھ بجے تک تو آجاتے ہیں آج تھوڑا لیٹ ہو گئے ہیں۔"گارڈ نے جواب دیا۔

"اچھا۔ٹھیک ہے۔"وقار کہہ کر جانے کے لیے مڑ گیا۔

"وقار صاحب آپ اندر آجائیں۔ صاحب جی بس آنے ہی والے ہیں۔"گارڈ نے پیچھے سے آواز لگائی۔

وقار نے ایک نظر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی اور کچھ سوچ کر گارڈ کے ساتھ اندر آگیا۔

"صاحب جی اندر آجائیں۔"گارڈ نے اسے لان کی طرف جاتا دیکھ کر کہا۔

"نہیں میں یہاں ہی انتظار کر لیتا ہوں۔"وقار نے گارڈ کو مسکرا کر جواب دیا اور لان

میں ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

:::

"بانو! تم یہ کافی علیزے کے کمرے میں اسے دے آؤ، وہ کہہ رہی تھی کہ آج رات کا کھانا نہیں کھائے گی۔" حمائل ملازمہ کو کافی کا مگ پکڑاتے ہوئے بولی۔

بانو مگ پکڑ کر کچن سے باہر چلی گئی تو وہ رات کے کھانے کے لیے میز پر برتن لگانے لگی۔

وہ گلاس کی ٹرے شیلف سے اٹھا کر میز پر رکھنے کے لیے مڑی کہ اچانک لائیٹ چلی گئی۔

"یہ جنریٹر کیوں نہیں آن ہو رہا۔" وہ وہیں کھڑی بڑبڑا رہی تھی۔

وہ اندھیرے میں ہی اندازے سے چلتی ہوئی میز کی سمت آ رہی تھی کہ کسی سے ٹکرا گئی اور ٹرے وہیں زمین بوس ہو گئی۔

"کک۔۔۔کون ہو تم؟" حمائل اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے ہکلا کر بولی۔

وہ شخص اسے زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹ کر باہر لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔۔۔دور ہٹو!" وہ اونچی آواز میں چیخی اور اسے زور سے دھکا دے کر

پیچھے کیا۔

"کوئی ہے؟۔۔۔ ممانی؟علیزے؟کوئی ہے؟"وہ حواس باختہ ہو گئی اور سب کو آوازیں دینے لگی۔

دو منٹ بعد ہی جنریٹر آن ہو گیا۔حمائل اپنے سامنے کھڑے شخص کو بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔

"آ۔۔۔آپ؟"وہ حیرت سے بولی۔

"کیا ہوا ہے آپ کو؟آپ چیخ کیوں رہی تھیں؟"وقار نے اسے پانی کا گلاس پکڑاتے ہوئے پوچھا۔

"دور ہٹیں مجھ سے۔۔۔میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ اس قدر گھٹیا انسان ہیں۔"

وہ ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے چیخی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں۔آپ کی۔۔۔"وقار نے کچھ کہنا چاہا مگر حمائل نے اس کی بات کاٹ دی۔

"کچھ نہیں سننا مجھے۔۔۔چلے جائیں یہاں سے۔" وہ چیخی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" رضا صاحب دھاڑے۔

"یہ کیا بتائیں گے۔۔۔میں بتاتی ہوں رضا صاحب! دونوں کے عشق معشوقی کی چکر چل رہے ہیں۔" صائمہ بیگم، رضا صاحب کے ساتھ ہی کچن کے دروازے میں کھڑی تھیں۔

"نن۔۔۔نہیں ممانی۔۔!" حمائل نے اپنی صفائی میں کچھ بولنا چاہا مگر آواز گلے میں ہی دم توڑ گئی اور وہ اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رو دی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے جیسا آپ لوگ سمجھ رہے ہیں۔" وقار فوراً بولا۔

"بسس! خاموش۔۔۔نکل جاؤ میرے گھر سے۔" رضا صاحب باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے غصے سے بولے۔

"کیوں سب کے سامنے میرا تماشہ بنا رہے ہیں۔۔۔خدا کے لئے چلے جاؤ یہاں سے۔۔۔جاؤ۔" حمائل اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔

وقار نے ایک نظر حمائل کو دیکھا جو میز کا سہارا لیے کر کھڑی بے آواز آنسو بہا رہی تھی

اور پھر تاسف سے نفی میں سر ہلاتا وہاں سے نکل گیا۔

میرا جرم تھا میرا بولنا

کہ ستم تھا لب میرا کھولنا

کیا میں نے غم کا جو سامنا

پڑا دل کو بارہاں تھامنا

کرے کوئی اس کو بیان کیا

نہیں کوئی درد کی انتہا

"تمہیں شرم نہیں آئی ایسی حرکت کرتے ہوئے، بے غیرت!" صائمہ بیگم اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتی ہوئی اس کے کمرے تک لے آئیں۔

"ممانی۔۔۔آپ میری بات تو سنیں، میں نے نہیں بلایا تھا انھیں۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"چپ کر جا بے حیا لڑکی! ماں باپ نے تربیت ہی ایسی کی ہے تیری کہ لڑکوں کو کیسے پھانسنا ہے۔" وہ اسے بیڈ پر دھکا دیتے ہوئے بولیں۔

"ممانی پلززز۔۔۔آپ نے میرے بارے میں جو کچھ کہا میں نے سن لیا مگر اپنے ماں باپ کے بارے میں ایک لفظ نہیں سنوں گی۔" حمائل بے دردی سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اونچی آواز میں بولی۔

"بکواس بند کرو اپنی، ایک تو تمہیں رہنے کے گھر میں جگہ دی اور اب مجھے ہی آنکھیں دکھا رہی ہو۔" صائمہ بیگم نے غصے سے کہا اور ایک زناٹے دار تھپڑ کی آواز کمرے میں گونجی۔

"آئندہ اگر میرے سامنے زبان چلائی تو تمہاری زبان نکال دوں گی۔" وہ حمائل پر ایک قہر آلود نظر ڈال کر کمرے سے چلی گئیں۔

"یااللہ! بس کردیں!! رحم فرمائیں مجھ پر۔سب کچھ تو چھین لیا تھا۔۔۔ایک عزت ہی تو بچی تھی میرے پاس، آج اس پر بھی داغ لگ گیا۔۔۔میں کیا کروں میرے خدا!! میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔۔۔مجھ سے ایسا کونسا گناہ سرزد ہوگیا ہے جس کی مجھے سزا مل رہی ہے۔" حمائل روتے ہوئے چیخ رہی تھی۔

اتنے عرصے سے کیا ہوا ضبط آج ٹوٹ گیا تھا۔وہ خدا کی رضا میں راضی ہوگئی تھی مگر آج جو الزام اس پر لگا تھا وہ اسے برداشت نہ کر پائی۔

www.neweramagazine.com

"میری زندگی کو میرے لیے آسان کر دیں یااللہ۔۔۔میں اب اور برداشت نہیں کر سکتی، میں ہار گئی ہوں اس دنیا سے۔" وہ ساری رات زمین پر بیٹھی گھٹنوں میں سر دیے روتی رہی اور اپنے رب سے شکوے کرتی رہی۔

چمن میں باخدا شبنم نہیں ہے
یہاں پہ دامن نچوڑا ہے کسی نے

وہ رات کو بہت دیر سے گھر آیا۔ وہ اپنے کمرے میں جانے لگا تو اس کی نظر فوزیہ بیگم کے کمرے پر پڑی جس کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا اور لائیٹ آن تھی۔ وہ آہستہ سے چلتا ہوا کمرے تک گیا اور دروازہ پورا کھول کر اندر آگیا۔

"امی آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں۔ سوئیں کیوں نہیں؟" وہ ان کے پاس بیڈ پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"میرا بیٹا گھر پر نہیں تھا تو مجھے کیسے نیند آجاتی۔۔۔آج اتنی دیر کیوں کر دی؟" وہ پیار

وقار کے سر پر پیار کرتے ہوئے بولیں۔

"بس کام زیادہ تھا اس لیے دیر ہو گئی۔" وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

"بیٹا کوئی پریشانی ہے؟" فوزیہ بیگم نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"پتا نہیں امی۔۔۔" وقار افسردگی سے بولا۔

اس کے اس طرح جواب دینے پر وہ خاموش ہو گئیں کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وقار ان کے پوچھنے پر بھی اپنی پریشانی کی وجہ نہیں بتائے گا۔

"امی! ایک بات پوچھوں آپ سے؟" وہ چھت کو گھورتے ہوئے آہستگی سے بولا۔

"ہاں پوچھو!" فوزیہ بیگم بولیں۔

"امی کیا عورت کے کردار پر لگا داغ ساری زندگی نہیں مٹتا؟" وقار نے سنجیدگی سے پوچھا۔

فوزیہ بیگم کچھ پل بغور اس کا چہرہ دیکھتی رہیں اور پھر بولیں۔

"عورت کی عزت بہت نازک ہوتی ہے۔ اس کے لیے سب سے قیمتی چیز اس کی عزت ہی ہوتی ہے۔ ایک عورت ہر بات برداشت کر سکتی ہے سوائے اس بات کہ کوئی اس

www.neweramagazine.com

کے کردار پر کیچڑ اچھالے۔ عورت اپنے اوپر لگے ہر الزام کو جھوٹا ثابت کر سکتی ہے مگر اپنے کردار اور عزت پر لگے داغ کو کبھی نہیں مٹا پاتی۔ وہ بے گناہ ہو کر بھی گناہ گار ٹھہرائی جاتی ہے، بے قصور ہو کر بھی قصوروار سمجھی جاتی ہے۔" فوزیہ بیگم نرمی سے بولیں۔

"اور جس شخص کی وجہ سے عورت کی عزت پر حرف آئے اس کا کیا؟" اس نے فوزیہ بیگم کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"اس شخص کو پھر یہ دنیا والے کچھ نہیں کہتے، اس کا حساب رب کی پاک ذات خود ہی لے لیتی ہے اور اگر رب چاہے تو اس عورت کو بھی دنیا کے سامنے بے قصور ثابت کر دیتا ہے جس کی عزت اور کردار پر داغ لگا ہو۔۔۔ مگر چند لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو عورت کا ہر قدم پر ساتھ دیتے ہیں، انھیں تحفظ دیتے ہیں۔"

وہ سانس لینے کے لیے رکیں اور پھر بولیں

"وقار! میں نے اور تمہارے ابو نے بھی تمہاری تربیت ایسی ہی کی ہے کہ تم ہمیشہ عورت کی عزت کرو، تمہاری اپنی بہنیں بھی ہیں، اگر تم دوسروں کی بہنوں بیٹیوں کی عزت کروگے تو لوگ بھی تمہاری بہنوں کی عزت کریں گے۔"

وقار ان کی بات سن کر خاموش ہو گیا اور وہیں ان کی گود میں ہی سر رکھے نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

وقار جب بھی پریشان ہوتا تو اسی طرح اپنی ماں کو پریشانی بتائے بغیر ہی ان سے سوال جواب کرتا اور اسے اپنے مسئلے کا حل مل جاتا۔

"مام ! مجھے کچھ پیسے چاہیئں۔ "عمر صائمہ بیگم کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"اچھا!!! کتنے چاہیئیں ؟"صائمہ بیگم چائے گھونٹ بھرتے ہوئے بولیں۔

"چار لاکھ۔"وہ پر سکون لہجے میں بولا۔

"کیاااا؟ چار لاکھ ؟ تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟"صائمہ بیگم غصے سے بولیں۔

"میں نے ایسا کیا کہہ دیا ہے، پیسے ہی تو مانگے ہیں۔"وہ بیزاری سے بولا۔

"تمہارے باپ کو پتا چل گیا نا کہ تم انکی کمائی اپنی عیاشیوں پر اڑا رہے ہو تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"وہ غصے سے بولیں۔

"اوہ پلیز مام! میں ابھی لیکچر سننے کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں۔آپ مجھے پیسے دیں۔"

عمر چڑ کر بولا۔

"میرے پاس نہیں ہیں اتنے پیسے۔" صائمہ بیگم دو ٹوک انداز میں بولیں۔

"کیا مطلب نہیں ہیں۔۔۔آپ پلیز ابھی مجھے پیسے دے دیں میں بعد میں آپ کو واپس کر دوں گا۔" وہ ان کی منتیں کرنے لگا۔

"جب ہیں ہی نہیں تو دوں کہاں سے؟" وہ چائے کا مگ میز پر پٹختے ہوئے بولیں۔

حمائل صائمہ بیگم کے استری ہوئے کپڑے ہاتھ میں لیے کب سے کمرے کے باہر کھڑی صائمہ بیگم اور عمر کی بات ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی، جب ان کی بحث لمبی ہوتی دیکھی تو اندر آ گئی۔

"ٹھیک ہے! آپ نہ دیں پیسے میں خود ہی انتظام کر لیتا ہوں۔" اس نے حمائل پر نظریں جمائے پر سوچ انداز میں کہا۔

"کہاں سے کر لو گے انتظام؟" صائمہ بیگم نے فوراً پوچھا۔

"یہ میرا مسئلہ ہے۔ابھی مجھے دیر ہو رہی ہے میں جا رہا ہوں اور رات کو لیٹ آؤں

گا۔" وہ صائمہ بیگم کو الجھن میں ڈال کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

اپنے دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی کرنا، لڑکیوں پر بری نظر رکھنا مختصر یہ کہ ہر برا اور غلط کام کرنا عمر کی عادت بن چکی تھی۔اب تو وہ بعض اوقات اپنے ماں باپ کے ساتھ بھی بد تمیزی سے بول جاتا تھا۔

اسے اور علیزے کو ہمیشہ سے ہی ہر آسائش مہیا کی گئی تھی۔ہر جائز ناجائز مطالبہ پورا کیا گیا تھا جس کا نتیجہ اب بگڑی ہوئی اولاد کی صورت میں نظر آرہا تھا۔

یہ عماد بھائی آج اپنی امی کو کیوں ساتھ لائیں ہیں؟" فاطمہ نے کمرے میں آتے ہی زہرہ سے پوچھا۔

"کسی خاص مقصد کے لیے لے کر آیا ہے۔" زہرہ اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی۔

"کیسا مقصد؟" فاطمہ نے بھنویں اچکا کر پوچھا۔

"خود ہی جاکر عماد سے پوچھ لو۔۔۔بلکہ وہ آگیا، پوچھ لو اب۔" زہرہ نے کپڑے طے کرتے ہوئے دروازے کی جانب اشارہ کیا جہاں عماد کھڑا تھا۔

"ہاں جی بھئی! کس مقصد کے تحت آپ اپنی والدہ کو لے کر آئے ہیں؟" فاطمہ نے اپنے دونوں ہاتھ کمر پر ٹکاتے ہوئے پوچھا۔

"ایک نیک مقصد کے تحت لایا ہوں۔" عماد نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔

"اوہو! وہی تو پوچھ رہی کونسا مقصد؟" وہ چڑ کر بولی۔

"میری امی تمہارے لیے اپنے خوبصورت اور جوان بیٹے کا رشتہ لے کر آئیں ہیں۔" عماد اپنے کالر کھڑے کرتا ہوا فخر سے بولا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کونسا خوبصورت بیٹا؟۔۔۔میرا مطلب ہے کہ اعجاز بھائی (عماد کا بڑا بھائی) کی تو شادی ہو چکی ہے نا اور ان کے علاوہ آپ ہیں، تو یہ خوبصورت بیٹا کون ہے؟" فاطمہ تیزی سی بولی۔

اس کی بات سن کر زہرہ نے قہقہ لگایا اور پھر فاطمہ کے پاس جا کر ہنستے ہوئے بولی

"فاطمہ، عماد اپنی بات کر رہا ہے۔"

زہرہ کی بات سن کر فاطمہ نے عماد کو اوپر سے نیچے ایک نظر دیکھا اور پھر ہنسنا شروع ہو گئی۔

"آپی! آپ تو ہنسنا بند کریں۔"عماد خفگی سے زہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"اچھا سوری!"زہرہ سنجیدگی سی بولی۔

"افف اللہ جی! آپ تو مجھ سے ایسے ہی برداشت نہیں ہوتے،اور اب اپنا رشتہ ہی لے آئے ہیں۔"فاطمہ براسامنہ بناتے ہوئے بولی۔

"مجھے تو تم پر ترس آگیا تھا اس لیے رشتہ لے کر آیا ہوں۔"عماد نے کہا۔

"کیوں؟میری کس بات پر ترس آگیا؟"اس نے الجھ کر پوچھا۔

"بھئی دیکھو نا اب تم جیسی سر پھری اور الٹے دماغ کی لڑکی سے کون کرتا شادی، بالفرض اگر کوئی کر بھی لیتا تو بیچارے کی زندگی خراب ہو جاتی،سو میں نے سوچا کیوں نا یہ قربانی میں ہی دے دوں۔"عماد معصومیت سے بولا۔

"ہاں کہہ تو ٹھیک رہا ہے میرا بھائی۔"زہرہ،عماد کا ساتھ دیتے ہوئے بولی۔

"آپی مجھے کبھی کبھی لگتا ہے کہ میں آپ کی سوتیلی بہن ہوں اور یہ سگے بھائی ہیں آپ کے۔"فاطمہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"آپی کہیں سے سڑنے کی بو آرہی ہے۔"عماد آس پاس نظریں دوڑاتا ہوا،اپنی ہنسی ضبط

کرتا ہوا بولا۔

"ہونہہ! مجھے بات ہی نہیں کرنی آپ دونوں سے۔" فاطمہ غصے سے پیر پٹختی کمرے سے باہر چلی گئی۔

زہرہ اور عماد دونوں اس کو اس طرح سے غصے میں جاتا دیکھ کر ہنسنے لگے۔

حمائل رات دیر تک لان میں بیٹھی پڑھتی رہی۔ بارہ بجے وہ اپنی کتابیں سمیٹ کر اندر آئی اور عمر کے کمرے سے آتی آوازیں سن کر ٹھٹھک گئی۔

"او ہاں یار! کل تک تیری امانت تجھ تک پہنچا دوں گا تو فکر نہ کر۔" وہ کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔

"ہاں ہاں! کل رات کو۔"

"تو بس میری رقم تیار رکھ، ادھر تو مجھے رقم دے گا ادھر لڑکی تیرے حوالے۔" وہ کہہ کر ہنسنے لگا۔

"تونام جان کر کیا کرے گا یار؟" وہ چڑ کر بولا۔دوسری طرف سے لڑکی کا نام پوچھا گیا تھا۔

"اچھا اچھا بتا رہا ہوں، حمائل نام ہے، حمائل مصطفیٰ۔کزن ہے میری۔" عمر غصے سے بولا۔

حمائل، عمر کی بات سن کر دم بخود رہ گئی۔اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر ہچکی روکی اور بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

کمرے میں آتے ہی اس نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ دروازہ لاک کر دیا اور دروازے کے ساتھ ہی ٹیک لگا کر زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

"یااللہ میں کیا کروں؟ کدھر جاؤں؟ پلیز میری مدد کریں۔" وہ روتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔

وہ کتنی ہی دیر زمین پر بیٹھی گھٹنوں میں سر دیے روتی رہی۔اس نے ایک دم اپنا سر اٹھا کر گھڑی کی طرف دیکھا جہاں رات کا ایک بج رہا تھا اور فوراً کھڑی ہو گئی۔

اپنی الماری سے ایک بیگ نکالا اور اس میں اس نے اپنے کپڑوں کے چند جوڑے،

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ضرورت کی کچھ چیزیں اوراپنی سونے کی چین اور بالیاں رکھیں۔

"میں بس چلی جاؤں گی یہاں سے۔۔۔ عمر مجھے بیچ دے گا ورنہ۔۔۔ہاں میں کہیں بھی چلی جاؤں گی۔۔۔"وہ بیگ میں چیزیں رکھتے ہوئے خود ہی سے باتیں کررہی تھی اور اپنی آنکھوں سے نکلتے بے آواز آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑ کر صاف کررہی تھی۔

اپنے پاس جمع کیے ہوئے تھوڑے بہت پیسے بھی اسی بیگ میں رکھ کر زپ بند کردی۔

بیگ کو بیڈ پر رکھ کر وہ واشروم گھس گئی۔وہ وضو کرکے باہر نکلی اور تہجد ادا کرنے لگی۔

نماز سے فارغ ہر کر اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اپنا ضبط کھو بیٹھی اور اپنے رب کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"یااللہ ! میں آج اپنی عزت،اپنا مال اور اپنی جان سب کچھ داؤ پر لگا کر اس دہلیز کو پار کرنے جارہی ہوں۔۔۔ میری منزل کیا ہے میں نہیں جانتی مگر آپ تو جانتے ہیں نا، میری مدد کریں۔۔۔"وہ روتے ہوئے دعا مانگ رہی تھی۔

وہ دعا مانگ کر کھڑی ہوئی۔جائے نماز طے کرکے وہیں بیڈ پر رکھ دیا۔بیڈ پر پڑا ہوا بیگ کاندھے پر ڈالا اور الماری سے بڑی سی چادر نکال کر اوڑھ لی۔

کمرے کے دروازے تک پہنچ کر ایک نظر مڑ کر کمرے کو دیکھا اور باہر نکل گئی۔

وہ آج یہاں اپنی ماں کے ساتھ گزرے لمحوں کی یادیں چھوڑ کر جا رہی تھی۔اس جگہ کو چھوڑ کر جا رہی تھی جہاں اس کی ماں نے اپنی زندگی کی آخری سانسیں لی تھیں۔

دبے قدموں سے چلتی ہوئی وہ گیٹ تک آئی تو گارڈ سے دیکھ کر فورًا کھڑا ہو گیا۔

"آپ اس وقت کہاں جا رہی ہیں بی بی۔" خان بابا نے پوچھا۔

"وہ۔۔۔میں۔۔۔میری فلائیٹ ہے نا کراچی کی۔وہاں پڑھنے جا رہی ہوں نا۔" وہ نظریں چراتی ہوئی بولی۔

"اچھا۔۔۔اکیلی ہی جا رہی ہیں؟" خان بابا نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی۔۔۔" حمائل نے اپنی انگلیاں مڑوڑتے ہوئے کہا۔

"بیٹیا! میں جانتا ہوں کہیں نہیں پڑھنے وڑھنے جا رہی تم،ان گھر والوں سے چھپ کر بھاگ رہی ہو۔" ان کے اس طرح سے اچانک سچ جاننے پر وہ ڈر گئی۔

"تو اور کیا کروں خان بابا؟ اگر آج یہاں سے نہ گئی تو یہ لوگ مجھے بیچ دیں گے۔" وہ

روتے ہوئے بے بسی سے بولی۔

"مجھے سب معلوم ہے بیٹا۔ کہنے کو تو میں نوکری گھر کے باہر گیٹ پر کرتا ہوں مگر اس گھر میں کس کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے سب جانتا ہوں۔" وہ اداسی سے بولے۔

"میری مجبوری ہے یہاں سے جانا۔" حمائل فوراً بولی۔

"ہمم۔۔۔ ضرور جاؤ میری بیٹی! مگر میری ایک بات یاد رکھنا، ساری زندگی اسی طرح لوگوں سے بھاگتی نہ رہنا۔۔۔ ابھی اس دہلیز کو پار کرنے کے بعد کہیں بھی روپوش ہو جا، اور پھر تب اس دنیا کے سامنے آئیں جب تو اس دنیا کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جائے۔ پڑھ لکھ کر بڑی افسر لگ جا۔ پھر دیکھیں یہی لوگ تیرے آگے پیچھے دم ہلاتے پھریں گے۔" آخری بات انھوں نے گھر کی طرف اشارہ کرکے کہی۔

"بہت شکریہ خان بابا۔ بس میرے لیے دعا کیجیئے گا۔" وہ دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"ضرور دعا کروں گا بٹیا۔۔۔، اب دن چڑھنے والا ہے کوئی جاگ نا جائے، آپ فوراً یہاں سے چلی جائو۔ اور فکر نہ کرنا میں کسی کو کچھ نہیں بتائوں گا۔" وہ شفیق لہجے میں

بولے۔

"جی خان بابا۔اللہ حافظ۔"حمائل کہہ کر گیٹ سے باہر چلی گئی۔

"اللہ حافظ بیٹا! اللہ تجھے بہت کامیاب کرے اور اپنی امان میں رکھے۔"وہ پیچھے سے اسے دعائیں دینے لگے۔

وہ اسلام آباد سے واپس لاہور آرہا تھا۔ اپنے بزنس کے سلسلے میں وہ اکثر دوسرے شہروں میں جاتا رہتا۔

صبح سویرے کا وقت تھا۔سردیوں کی صبح،دھند کا راج،ویران سڑکیں۔

وہ لاہور کی حدود میں داخل ہونے کے بعد ایک ڈھابے پر چائے پینے کی غرض سے رکا۔

وہ اتنا بڑا بزنس مین ہو کر بھی ایک ڈھابے پر چائے پی رہا تھا۔شاید اس کی یہی عاجزی اور انکساری رب کو پسند آگئی تھی کہ وہ دولت اور شہرت حاصل کرنے کے بعد بھی کبھی مغرور نہیں ہوا تھا۔ تبھی دیکھتے ہی دیکھتے رب نے اسے اتنی کامیابیوں سے نواز دیا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ چارپائی پر بیٹھا چائے پی رہا تھا جب دور سے ایک لڑکی اکیلی چلتی ہوئی اسی جانب آرہی تھی۔ بڑی سی چادر اوڑھے، چادر سے اپنا منہ چھپائے ہوئے، ایک کاندھے پر بیگ ڈالے اور لڑکھڑاتے قدموں سے وہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

آس پاس موجود چند ٹرک ڈرائیور اور آوارہ آدمی اسے عجیب نظروں سے گھور رہے تھے۔

وقار نے ایک نظر ان لوگوں پر ڈالی اور فورًا کھڑا ہو گیا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اس لڑکی کے قریب آیا۔

ابھی وہ اس کے پاس پہنچا ہی تھا کہ لڑکی لڑکھڑا کر زمین پر اس کے قدموں میں گر پڑی۔ اور اس کے کاندھے پر لٹکا بیگ بھی ایک طرف جا گرا۔

وہ اپنے دونوں ہاتھوں کا سہارا لیے زمین پر بیٹھی تھی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ ایک نظر اس شخص کو دیکھ لے جس کے قدموں میں قسمت نے اسے لا پٹخا ہے۔

گرنے کی وجہ سے چادر اس لڑکی کے چہرے سے ہٹ گئی تھی۔

وقار زمین سے اس کا بیگ اٹھانے کے لیے جھکا ہی تھا کہ اس کی نظر اس لڑکی پر پڑی۔

چہرے پر اداسی، برسوں کی تھکن کے سے آثار اور خود ہی سے ہاری ہوئی لڑکی لگ رہی تھی وہ۔

خود پر اس کی نظریں محسوس کر کے حمائل نے بامشکل اپنی پلکیں اٹھائیں اور اس پر نظر پڑتے ہی حیران ہو گئی۔ کچھ پل دونوں بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

حمائل ہوش کی دنیا میں لوٹی۔ اس نے ایک جھٹکے سے وقار کے ہاتھ سے اپنا بیگ کھینچا اور کھڑی ہو گئی۔

اس نے ان چند لمحوں میں حمائل کی آنکھوں میں درد، تکلیف، اذیت، شکست، اپنے لیے نفرت اور ناجانے کیا کچھ دیکھ لیا تھا۔

وہ وقار سے رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"حمائل! کہاں جا رہی ہیں؟" وقار نے سنبھلتے ہوئے پوچھا۔

"میں جہاں مرضی جائوں، آپ کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیئے۔" اس نے اکھڑے لہجے میں کہا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"گاڑی میں بیٹھیں۔آپ کو جہاں جانا ہے میں چھوڑ دیتا ہوں۔" وقار نے آگے بڑھ کر اس کا بیگ پکڑنا چاہا مگر اس نے ہاتھ جھٹک دیا۔

"بہت شکریہ! مجھے آپ کے مزید کسی احسان کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ غصے سے بولی۔

"میں نے آپ پر کبھی کوئی احسان نہیں کیا۔" وقار نرمی سے بولا۔

"آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ کیوں بار بار آجاتے ہیں میرے سامنے؟" حمائل اس کے اس پر سکون انداز پر چیخ کر بولی۔

اس کے اس طرح سے چیخنے پر آس پاس موجود چند لوگوں نے اسے دیکھا۔

"حمائل پلیز، یہاں سب کے سامنے تماشہ کیوں لگا رہی ہیں۔" وہ اس کے اس طرح چیخنے پر اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"تماشہ میں لگا رہی ہوں؟ تماشہ تو آپ نے میرا بنایا تھا، سب کے سامنے میری عزت کی دھجیاں اڑا دیں اور اب کہہ رہے ہیں کہ میں تماشا بنا رہی ہوں۔ آپ۔۔۔آپ۔۔۔آپ نے۔۔۔" وہ غصے میں چیخ رہی تھی۔ وہ کہتے کہتے رکی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک

دم اندھیرا چھا گیا۔

وہ پورے ایک دن سے بھوکی تھی۔سارادن کھانا کھائے بغیر گزارااوررات میں بھی وہ گھر سے ایسے ہی بھوکی نکل آئی تھی۔

بھوکے رہنے، مسلسل چلنے اوراب اس طرح چیخنے سے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔وہ لڑکھڑا کرزمین پر گرنے ہی لگی تھی کہ وقار نے اسے بازو سے پکڑ کر پاس پڑی کرسی پر بیٹھادیا۔

وہ جاکراس کے لیے پانی لے آیا۔

"پکڑیں اسے۔۔۔پانی پیئیں۔"وقاراسے گلاس تھماتے ہوئے بولا۔

اس نے خاموشی سے گلاس پکڑلیااورایک گھونٹ پی کرزمین پر رکھ دیا۔وہ دوبارہ کھڑی ہوگئی اور تیزی سے قدم اٹھانے لگی۔

وقاراس کے پیچھے گیااورایک جھٹکے سے اس کا بازو دبوچ لیا۔

"چلیں میرے ساتھ۔۔۔"وہ اسے اپنے ساتھ گھسیٹتاہواگاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

"میرے بازو چھوڑیں۔۔۔آپ میرے ساتھ زبردستی نہیں کرسکتے۔"حمائل اپنا

بازو چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"خاموش! بالکل خاموش۔مجھے اب آپ کی آواز نہ آئے۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر غصے سے دھاڑا اور گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر اسے سیٹ پر بیٹھا کر زور سے دروازہ بند کیا۔

حمائل کو اس کے اس طرح سے بولنے اور اس کی غصے سے لال انگارہ ہوتی آنکھوں سے خوف آنے لگا۔وہ خاموش ہو گئی۔

وقار ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور ایک لمبا سانس لیتے ہوئے خود کو نارمل کیا۔

اس نے ایک نظر حمائل کو دیکھا جو سہمی ہوئی گاڑی کے دروازے سے چپک کر بیٹھی تھی۔

"حمائل میں نہیں جانتا کہ آپ کو مجھ سے کیا مسئلہ ہے یا پھر آپ نے میرے بارے میں کونسی غلط فہمی پال رکھی۔" وقار نے ڈرائیو کرتے ہوئے ونڈ سکرین سے باہر دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"کوئی غلط فہمی نہیں ہے مجھے آپ کے بارے میں۔۔۔بہت اچھی طرح جانتی ہوں

میں کہ آپ کس قسم کے مرد ہیں۔"حمائل نفرت سے بولی۔

وقار نے ایک اسے دیکھا جو اپنی بات کہہ کر کھڑی کی طرف رخ موڑ گئی تھی اور پھر تاسف سے نفی میں سر ہلایا اور خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگا۔

حمائل سڑکوں پر دوڑتی زندگی کو دیکھتے ہوئے اپنی سوچوں میں گم ہو گئی تھی۔

"آپ نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟"اس نے اپنے ساتھ چلتے وقار کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"بس کوئی ملی ہی نہیں ابھی تک۔"وقار کندھے اچکا کر بولا۔

"اچھا۔۔۔محبت تو کی ہو گی کسی سے؟"حمائل نے تجسس سے پوچھا۔

"نہیں! پہلے کبھی کسی سے محبت بھی نہیں ہوئی۔۔۔مگر شاید اب ہو گئی ہے۔"اس نے حمائل کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"اوہ! ان سے پھر کب ملوا رہے ہیں مجھے جن سے آپ کو محبت ہو گئی ہے؟"حمائل نے آپ لفظ پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

"آپ تو مل چکی ہیں اس سے۔"اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سچ میں! آپ مجھے نام بتائیں اس کا پھر مجھے پتا چل جائے گا کہ آپ کس کی بات کر رہے ہیں۔" اس نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

اس نے ایک نظر حمائل کو دیکھا اور پھر بولا۔ "نہیں! میں نام نہیں بتا سکتا۔"

"اچھا۔۔۔ مگر کیا اسے معلوم ہے کہ آپ اس سے محبت کرتے۔۔۔ مطلب آپ کے انداز سے لگ رہا ہے کہ یہ اک طرفہ محبت ہے۔" حمائل درخت سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی.

"ہاں اک طرفہ محبت ہے، مگر مجھے لگتا ہے کہ وہ سب جان کر بھی انجان بنی ہوئی ہے۔" وقار بھی اس کے سامنے درخت کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔

"آپ نے اس سے کبھی اس بارے میں بات نہیں کی؟ کبھی آپ نے اس سے اظہار نہیں کیا؟" اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بالکل بھی نہیں۔۔۔ اس سے جب میری پہلی ملاقات ہوئی تھی نا میں اسے تب ہی جان گیا تھا کہ وہ بہت سر پھری لڑکی ہے،، بہت بحث بھی کی تھی اس نے، اگر اس کے سامنے اظہار کر بھی دیا تو وہ مجھے باتیں سنا سنا کر ہی مار دے گی۔" وقار نے ہنستے ہوئے

جواب دیا۔

حمائل نے اس کی بات سن کر قہقہ لگایا اور پھر کتنی ہی دیر دونوں ہنستے ہوئے باتیں کرتے رہے۔

وقار نے گھر کے گیراج میں جا کر ایک جھٹکے سے گاڑی روکی تو وہ حقیقت کی دنیا میں واپس لوٹی۔ وقار گاڑی سے اتر گیا۔

"آپ نے کیسے سوچ لیا کہ جس سے آپ محبت کرتے ہیں وہ آپکی محبت سے انجان یا بے خبر ہے۔۔۔حمائل مصطفیٰ تو خود آپ کو پسند کرتی تھی یا شاید اب بھی کرتی ہے۔۔۔کاش آپ اپنی محبت کو اپنی ہوس کا نشانہ نہ بناتے۔" اس نے تلخی سے سوچا اور سختی سے آنکھیں میچ لیں۔

جس وقت وہ لوگ گھر پہنچے تھے صبح کے چھ بج رہے تھے۔ زہرہ لان میں پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ سردیوں کی صبح ہونے کی وجہ سے ابھی اندھیرا مکمل طور پر ختم نہیں ہوا تھا۔

وقار کو گاڑی سے اترتا دیکھ کر وہ اسی کے پاس چلی آئی۔

"کیسے ہو وقار؟اور یہ۔۔۔"وقار سے حال پوچھتے ہوئے اس کی نظر گاڑی میں بیٹھی حمائل پر پڑی تو اس نے وقار کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"حمائل ہے۔۔۔آپ اسے اندر لے جائیں۔۔۔اور میں آرام کرنے جارہا ہوں کوئی ڈسٹرب نہ کرے، پلیز!"وقار کہہ کر اندر کی جانب بڑھنے لگا۔

"مگر وقار۔۔۔"زہرہ نے کچھ پوچھنا چاہا تو اس نے وہیں سے پلٹ کر بات کاٹ دی۔

"آپ کو جو پوچھنا ہے حمائل سے پوچھ لیجیے گا۔۔۔وہ مجھے راستے میں اکیلی ملی تو میں اسے گھر لے آیا۔۔۔بس! اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا۔"وقار نے سنجیدگی سے کہا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر چلا گیا۔

زہرہ اس کے انداز پر حیران ہوئی۔پھر سر جھٹکتی گاڑی کے پاس آئی۔اس نے حمائل کی طرف کا دروازہ کھولا تو اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

"میں زہرہ ہوں، وقار کی بڑی بہن۔۔۔آجائو!"زہرہ نے پیار سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی سے اتارا اور اپنے ساتھ اندر لے گئی۔

وقار کے سب گھر والوں کو حمائل کی فیملی کے بارے میں علم تھا۔وقار کی والدہ کی

ملاقات بھی فرحت بیگم سے، مصطفی صاحب کے انتقال کے بعد ہوئی تھی۔

حمائل بھی وقار کی والدہ اور اس کی بہنوں کے بارے میں جانتی تھی مگر کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

اسی لیے وہ زہرہ کو دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔ مگر جب اس نے اپنا نام بتایا تو وہ پہچان گئی۔

"اوہ! محترمہ جلدی اٹھ گئیں آج۔" زہرہ، حمائل کے ساتھ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے فاطمہ سے بولی جو میز سے اپنی کتابیں سمیٹنے میں مصروف تھی۔

"جی آج میں جلدی اٹھ گئی ہوں، نماز بھی پڑھ لی ہے، قرآن پاک کی تلاوت بھی کر لی اور امی کو چائے بھی۔۔۔" فاطمہ بولتے ہوئے مڑی تو حمائل پر نظر پڑتے ہی اس کی زبان کو بریک لگی۔

زہرہ نے حمائل کو بیڈ پر بیٹھنے کا کہا اور خود بیڈ کے پاس ہی کھڑی ہو گئی۔

"آپ؟۔۔۔آپ تو حمائل ہیں نا؟" فاطمہ، حمائل کے ساتھ بیڈ پر بیٹھتے تجسس سے بولی۔

حمائل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم جانتی ہو حمائل کو؟"زہرہ نے فاطمہ سے پوچھا۔

"جی جی،انھیں تو کالج کی ہر لڑکی جانتی تھی۔یہ مجھ سے ایک سال سینیر تھیں۔بہت لائق سٹوڈنٹ تھیں یہ،سب ٹیچر ہی ان کی تعریف کرتے تھے۔"فاطمہ پر جوش انداز میں بولی۔

"اچھاا۔۔ماشاللہء۔"زہرہ،حمائل کے گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"حمائل تمہیں تو بخار ہے۔۔۔جاؤ فاطمہ اس کے لئے ناشتہ بنالاؤ اور ساتھ میڈیسن بھی لے آنا۔"وہ حمائل کو رضائی اوڑھاتے ہوئے بولی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

فاطمہ جی کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی اور حمائل نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندلی۔

زہرہ پاس پڑے صوفے پر بیٹھ گئی اور حمائل کو غور دیکھنے لگی۔

"کیوں نکلی ہو گی گھر سے؟ایسی کیا مجبوری ہو گی؟بیچاری نے اتنی سی عمر میں کتنے دکھ دیکھ لئے ہیں۔کتنا صبر ہے اس میں۔یااللہ اس کی تمام مشکل آسان کر دیں۔"زہرہ اس کے چہرے پر نظریں گاڑھے سوچ رہی تھی۔

فاطمہ ناشتے کی ٹرے زہرہ کو دے کر واپس چلی گئی۔

"حمائل!!!" زہرہ نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسے پکارا، مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"حمائل!" اب کی بار وہ اس کا کاندھا ہلاتے ہوئے ذرا اونچی آواز میں بولی۔

"ج۔۔۔جی!" حمائل ہڑبڑا کر اٹھی۔ سر میں درد کی شدت کی وجہ سے اس سے آنکھیں بھی نہیں کھولی جا رہیں تھیں۔

"یہ ناشتہ کرو پھر میں تمہیں میڈیسن دیتی ہوں۔" زہرہ اس کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

حمائل نے محض اثبات میں سر ہلا دیا اور اپنی گود میں رکھے ہاتھوں کو گھورنے لگی۔

"یہ لو شاباش! منہ کھولو۔" زہرہ نے پراٹھے کا نوالہ بنا کر اس کے منہ کے قریب کیا۔

حمائل زہرہ کے ہاتھ کی طرف دیکھتے ہوئے پھر اپنی سوچوں میں گم ہو گئی۔

"حمائل شرافت سے منہ کھول لو، ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" فرحت بیگم اسے پراٹھا کھلاتے ہوئے غصے سے بولیں۔

"ماما پلیز میں نے نہیں کھانا۔۔۔آپ مجھے کھلا کھلا کر ہی موٹا کر دیں گی۔" حمائل برا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔

اس کے بولنے کی دیر تھی فرحت بیگم نے پراٹھے کا ٹکڑا اس کے منہ میں ڈال دیا۔

"چپ کر کے کھاؤ۔ نہیں ہوتی تم موٹی۔۔۔اب اگر ذرا سی بھی آواز نکالی تو تمہارے بابا کو شکایت کر دوں گی کہ تم کچھ نہیں کھاتی۔" وہ اسے گھورتے ہوئے بولیں۔

"اچھا نا کھا لیتی ہوں۔۔۔بہت ظالم ہیں آپ۔" حمائل ان کے گلے لگتے ہوئے مسکرا بولی تو فرحت بیگم بھی مسکرا دیں۔

بس اتنا ہی ضبط تھا اس کا، اس نے نظر اٹھا کر زہرہ کو دیکھا اور سختی اور ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

حمائل ! بس چپ ہو جاؤ۔۔۔حوصلہ رکھو۔" جب حمائل کے رونے میں کمی نہ آئی تو زہرہ اسے اپنے ساتھ لگاتے ہو بولی۔

کتنی ہی دیر وہ زہرہ کے ساتھ لگی روتی رہی۔

زہرہ جانتی تھی کہ وہ کس تکلیف سے گزر رہی ہے.

جب کسی سے ایک ایک کر کے ہر سہارا چھن جائے تو انسان صحیح معنوں میں اذیت کا شکار ہو جاتا ہے۔اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس سے وہ اپنے دل کا حال بیان کر سکے۔اسے اپنی ہر تکلیف تنہا سہنی پڑتی ہے۔۔۔اور جب وہ ہر تکلیف،درد اور اذیت برداشت کر کر کے تھک جاتا ہے تو اس وقت وہ چاہتا ہے کہ کوئی اسے تسلی دے،اس کی ہمت بڑھائے،اس کے آنسو پونچھے۔

کچھ دیر بعد جب وہ چپ ہوئی تو زہرہ نے اسے خود سے الگ کیا۔

"ماموں کا گھر کیوں چھوڑ آئی؟"زہرہ نے اس کے گال سے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہونہہ گھر!!!جہاں ایک جیتی جاگتی لڑکی کا سودا کیا جا رہا ہو،جہاں روز ناکردہ گناہوں کی سزا بھگتنی پڑے،جہاں ہر بات پر طعنے سننے کو ملیں اسے گھر نہیں کہتے۔۔۔قید خانے ہوتے ہیں وہ۔۔۔گھر تو پیار،محبت اور احساس سے بنتے ہیں،اور جہاں یہ سب نہ ہو وہ صرف مکان کہلاتے ہیں،گھر نہیں!۔۔۔اور میرا گھر تو بہت پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔" وہ خلا میں دیکھتے ہوئے تلخی سے بولی۔

"ہمم۔۔۔مگر یہ دنیا کسی کا ساتھ نہیں دیتی حمائل۔۔۔تو کیا تنہا زندگی گزار لو گی؟"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interview

زہرہ نے پوچھا۔

"جب اپنوں نے ہی ساتھ چھوڑ دیا تو دنیا سے کیسا گلہ۔۔۔زندگی تو تنہا ہی گزارنی ہے، اُسے قید میں رہ کر گزاروں یا دنیا کی بھیڑ میں، بات تو ایک ہی ہے۔" اس نے کہا۔

"اگر فیصلہ کر ہی لیا ہے تو پھر ہمت کرو۔۔۔یہ جو آنسو ہوتے ہیں نا یہ انسان کو کمزور کر دیتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہی کہ تم کبھی روہی نہ، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کا دل کرتا ہے کہ وہ رو کر اپنا دل ہلکا کر لے اور اگر کبھی ایسا ہو بھی تو اپنے رب کے سامنے آنسو بہالو، وہ سب کی سنتا ہے۔" وہ چند پل رکی اور پھر بولی۔

"یہ دنیا والے رونے والوں کے آنسو نہیں پونچھتے بلکہ ان کا مذاق بناتے ہیں۔ مگر اللہ تعالی کبھی اپنے بندے کا ایک آنسو بھی رائیگاں نہیں جانے دیتا۔۔۔وہ ہمیشہ اپنے بندے کی مدد کرتا ہے۔۔۔اس کی ذات کے علاوہ کبھی کسی کے سامنے مت جھکو۔ اگر منزل تک پہنچنا ہے تو اللہ پر یقین رکھو۔ اسی سے مدد مانگو۔" وہ اسے پیار سے سمجھا رہی تھی۔

"ابھی تو راستوں کی خاک چھان رہی ہوں۔ نا جانے منزل کیا ہے؟ یا پھر میری کوئی منزل ہے بھی کہ نہیں۔ اور اگر ہے بھی تو خدا جانے کہ کبھی منزل تک پہنچ بھی پائوں

گی یا پھر یونہی راستوں پر بھٹکتی رہوں گی۔" وہ مایوسی سے بولی۔

"حمائل! مایوسی کفر ہے۔راستے جتنے کٹھن اور دشوار ہوتے ہیں منزل بھی اتنی ہی خوبصورت ہوتی ہے۔اللہ تعالی کبھی کسی کو اس کی برداشت سے زیادہ نہیں آزماتا۔۔۔یہ آزمائش ہے اور آزمائش کا وقت ہی ایسا وقت ہوتا ہے جب انسان اپنے رب سے مزید قریب ہو جاتا ہے۔اور جو اپنے رب کے قریب ہو جاتا ہے اس کی ہر مشکل خود بخود آسان ہو جاتی ہے۔" زہرہ اسے سمجھا رہی تھی اور وہ سر جھکائے خاموشی سے سن رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اچھا چھوڑو ان اداس باتوں کو، مجھے یہ بتاؤ کیا پڑھ رہی ہو؟" زہرہ نے اس کا دھیان بٹانے کے لیے فوراً موضوع بدلا۔

"میں نے بی ایس آئی ٹی میں ایڈمیشن لیا تھا۔ایک سمیسٹر کے پیپر دیے پھر ماما بیمار رہنے لگیں تو کچھ خاص پڑھائی نہیں کر سکی اور پھر۔۔۔" وہ سر جھکائے بولی اور جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہمم۔۔۔ٹھیک ہے۔پھر تم کل سے یونیورسٹی جاؤ گی۔بلکہ میں خود تمہیں چھوڑ کر آیا کروں گی۔" زہرہ نے اسے کہا۔

"نہیں میں اب یونیورسٹی نہیں جاؤں گی۔" وہ فوراً بولی۔

"تو پھر اپنی پڑھائی کیسے مکمل کرو گی؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"میں خود ہی تیاری کر لوں گی اور پھر پرائیوٹ پیپرز دے دوں گی۔۔۔اور ویسے بھی میں ایک دو دن تک کسی ہوسٹل شفٹ ہو جاؤں گی۔" حمائل فوراً بولی۔

"چلو جیسا تم چاہو ویسے پڑھ لو اور یہ ہوسٹل شفٹ ہونے کا خیال ذہن سے نکال دو۔۔۔اب یہ میڈیسن لو اور کچھ دیر آرام کر لو۔" زہرہ نے اسے باتوں کے دوران ناشتہ کروا دیا اور پھر اسے میڈیسن دے کر کمبل اوڑھایا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

"کتنی اچھی ہیں زہرہ آپی۔ابھی بھی ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کا احساس کرتے ہیں۔۔۔یہ میرا اتنا خیال کر رہے ہیں، مگر میں یہاں نہیں رہ سکتی اور پھر وقار بھی ہیں۔۔۔ نہیں! میں آج ہی زہرہ آپی سے بات کر لوں گی، میں انھیں منا لوں گی ۔۔۔ہاں یہ ٹھیک ہے۔" وہ آنکھیں بند کیے سوچ رہی تھی اور پھر کچھ دیر بعد ہی نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

اس کو ان کے گھر رہتے ہوئے دو دن گزر گئے تھے۔وہ جب بھی زہرہ سے ہوسٹل جانے کی بات کرتی تو وہ اسے ٹال دیتی۔

ان دودنوں کے دوران اس کاایک مرتبہ بھی وقار سے سامنا نہیں ہوا تھا۔وہ صبح جلدی آفس چلاجاتااور رات دیر سے گھر آتا۔

آج اتوار تھی۔وہ عماد کولے کر صبح صبح کسی کام سے باہر نکل گیا تھا۔شام کو پانچ بجے وہ دونوں واپس گھر آئے۔

جس وقت وہ گھر آئے زہرہ اور حمائل لائونج میں بیٹھی باتیں کررہیں تھیں۔

عماد توسلام کرکے وہیں بیٹھ گیا جبکہ وقار نے زہرہ کوسلام کیااور حمائل کی موجودگی کو نظرانداز کرتااپنے روم میں چلا گیا۔

عماداور زہرہ نے وقار کی اس حرکت کونوٹ کیا تھا۔زہرہ نے عماد سے آنکھوں کے اشارے سے پوچھاکہ کیاماجرا ہے توعماد نے کندھے اچکادیے،اور حمائل خاموش نظریں جھکائے بیٹھی رہی۔

"حمائل کیسی ہیں آپ؟"عماد نے مسکراکر پوچھا۔

حمائل نے اسے دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

"زہرہ آپی! آپ کے بھائی نے آج مجھے بہت خوار کیا ہے قسم سے، چھٹی کے دن بھی چین نہیں لینے دیتا اس لیے نا اب آپ کے ہاتھ کی چائے کی شدت سے طلب ہو رہی۔" وقار معصومیت سے بولا۔

"کچھ تو شرم کر لو منگنی ہونے والی ہے تمہاری اور تم روز منہ اٹھا کر سسرال آجاتے ہو۔" زہرہ اس کے پاس کھڑی اس کا کان کھینچتے ہوئے بولی۔

"بھئی پہلے تو صرف وقار کا دوست تھا اور آپ کا بھائی، اب تو ماشااللہ سے آپ لوگ میرا سسرال ہیں تو اب اس لحاظ سے میرا زیادہ آنا بنتا ہے۔۔۔اور رہی بات منہ اٹھا کر آنے کی تو یہ میری مجبوری ہے کیونکہ میں اپنا منہ گھر چھوڑ کر تو آ نہیں سکتا نا!!!۔" وہ ڈھیٹوں کی طرح مسکراتے ہوئے بولا۔

حمائل ان کی باتیں سنتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔آج نا جانے وہ کتنے عرصے بعد یوں کھل کر دل سے مسکرائی تھی۔

زہرہ نے ہنستے ہوئے اس کے سر پر چپت لگائی اور چائے بنانے کچن میں چلی گئی۔

عماد نے گلا کھنکھارا۔

"حمائل مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔"اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"جی۔۔۔"حمائل اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں بولی۔

عماد کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کس طرح بات شروع کرے۔پھر ہمت کر کے بولا۔

"حمائل !آپ وقار کو جیسا سمجھ رہی ہیں وہ ایسا ہرگز نہیں ہے،نہایت شریف اور سلجھا ہوا انسان ہے وہ۔"

"تو انھوں نے اپنے کارنامے کے بارے میں سب کو بتادیا؟"حمائل تلخی سے بولی۔چند لمحوں پہلے والی مسکراہٹ اب بالکل غائب ہو چکی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔وقار دوست ہی نہیں بھائی ہے میرا،وہ اپنی ہر بات مجھ سے شیئر کرتا ہے اور میں اس سے۔"عماد سنجیدگی سے بولا۔

"آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"حمائل ضبط سے بولی۔

"میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ آپ کو وقار کے بارے میں جو بھی غلط فہمی ہے اسے ختم کردیں۔"عماد نے کہا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"مجھے ان کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں ہے،اس رات میں نے اپنی آنکھوں سے انھیں وہاں دیکھا تھا۔۔۔آنکھوں دیکھا سچ کیسے جھٹلادوں۔"حمائل آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"بعض اوقات آنکھوں دیکھا بھی جھوٹ ثابت ہوجاتا ہے حمائل!"وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولا۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔۔دل کہتا ہے کہ وقار ایسی گری ہوئی حرکت نہیں کر سکتے لیکن دماغ فوراً اس بات کی نفی کردیتا ہے۔۔۔میں کیا کروں؟"وہ بے بسی سے بولی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عماد تو اس کے اتنا کہنے پر ہی خوشی سے نہال ہو گیا تھا،فوراً بولا "تو میری پیاری بہن دل کی سنو نا۔"اس نے ساتھ ہی جوش سے تالی بجائی۔حمائل نے الجھ کر اس کی یہ حرکت دیکھی۔

وقار لائونج کے باہر ہی کھڑا تھا اور حمائل کی آخری بات سن چکا تھا۔حمائل کی یہ بات سن کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی،لیکن عماد کی بات سنتے ہی فوراً لائونج میں آگیا۔

"عماد اپنی زبان کو کبھی آرام بھی دیا کرو۔۔۔ تھکتے نہیں ہو تم بول بول کے؟" وقار دانت پیستے ہوئے بولا۔

"وقار تو خود تو کچھ بولے گا نہیں تو مجھے ہی بولنے دے۔" عماد نے بھی دوبدو جواب دیا۔

"نہیں تیری بہت مہربانی تو کچھ نہ بول۔" وہ اپنی جیب سے موبائل نکالتے ہوئے بولا۔

حمائل خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی ان کی باتیں سن رہی تھی۔

عماد، وقار کی بات کا اثر لیے بغیر پھر سے شروع ہو گیا۔

"دیکھیں حمائل! جس شخص نے آج تک کسی لڑکی کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھا وہ ایسی گھٹیا حرکت کیسے کر سکتا ہے اور وقار تو۔۔۔" ابھی وہ اپنی فل سپیڈ سے بول ہی رہا تھا کہ وقار نے اس کی کمر میں مکا مارا اور اس کی بولتی بند ہوئی۔

"بس خاموش اب تیری آواز نہ آئے!" وقار اسے گھورتے ہوئے بولا۔

وہ پھر رخ حمائل کی طرح کیا جو صوفے پر بیٹھی دونوں کو لڑتا دیکھنے میں مصروف تھی۔

"اینڈ یو مس حمائل! مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ کے سامنے اپنی بے گناہی کی صفائیاں پیش کرنے کا، آپ کو میرے بارے میں جو سوچنا ہے سوچیں، آئی ڈونٹ

کیئر!" وہ سپاٹ لہجے میں کہتا لائونج سے باہر چلا گیا۔

حمائل بے یقینی سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

"اپنی غلطی پر معافی مانگنے کی بجائے مجھے ہی سنا کر چلے گئے۔۔۔کتنے آرام سے کہہ دیا کہ کوئی فرق نہیں پڑتا۔" یہ سوچتے ہوئے اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گال پر پھسلا جسے اس نے فوراً ہاتھ کی پشت سے صاف کر لیا۔

"اگر تجھے جانا ہے تو فوراً باہر آجا، میں انتظار نہیں کروں گا۔" وقار نے باہر سے ہی بلند آواز میں کہا۔

"اوئے رک! اب کدھر جا رہا ہے، تیری روح کو چین نہیں ہے۔۔۔" عماد اونچی آواز میں بولتا ہوا وقار کے پیچھے لپکا۔

"ارے یہ دونوں کہاں گئے؟ ابھی تو آئے تھے؟" زہرہ چائے لے کر لائونج میں آتے ہوئے وقار اور عماد کو باہر کی جانب جاتے دیکھتے ہوئے کہا۔

"حمائل! کیا ہوا؟ تم ٹھیک ہو؟" زہرہ نے حمائل سے پوچھا جو اپنے ہاتھوں میں سر گرائے بیٹھی تھی۔

"جی آپی میں ٹھیک ہوں۔" حمائل نے بامشکل ہونٹوں پر مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔۔۔وہ تمہیں فاطمہ کمرے میں بلارہی تھی۔"

"جی میں جاتی ہوں۔" حمائل کہتے ہی کمرے میں چلی گئی۔

رات کے کھانے کے بعد زہرہ ، فاطمہ اور حمائل فوزیہ بیگم کے کمرے میں بیٹھی چائے سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لاہور میں جنوری کی خون جمادینے والی سردی، آسمان پر دھند کے ڈیرے، باہر ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔

وہ سب بستر پر لحاف اوڑھے بیٹھی تھیں اور چائے کی چسکیاں بھر رہی تھیں۔

"میں ہوسٹل شفٹ ہوناچاہتی ہوں۔" حمائل کب سے الفاظ ترتیب دے رہی تھی، ہمت کر کے بولی۔

"مگر کیوں بیٹا؟ یہاں کوئی مسئلہ ہے؟" فوزیہ بیگم اس کے ساتھ ہی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں، سیدھی ہو کر بیٹھیں اور حمائل کی طرف رخ موڑ کر پوچھا۔

"نہیں نہیں آنٹی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ ان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔

"تو پھر کیوں جانا چاہتی ہو؟" زہرہ نے پوچھا۔

"بس آپی مجھے جانا ہے۔" وہ سر جھکا کر بولی۔

"پھر بھی بیٹا کوئی تو وجہ ہو گی۔" فوزیہ بیگم نرمی سے بولیں۔

"آنٹی میں اب اپنے پاؤوں پر کھڑی ہونا چاہتی ہوں۔۔۔ دو سال پہلے بھی میرے بابا اور بھائی نے مجھے اپنے لاڈ پیار میں بہت ڈرپوک اور کمزور بنا دیا تھا، اور اب میں کمزور نہیں پڑنا چاہتی۔۔۔ آپ سب نے مجھے بہت پیار دیا ہے میں آپ لوگوں کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی، مگر اب میں اس دنیا کا سامنا اکیلے کرنا چاہتی ہوں۔" حمائل پر اعتماد لہجے میں بولی۔

"نہیں بیٹا ہم نے کوئی احسان نہیں کیا۔ زہرہ اور فاطمہ کی طرح تم بھی میری بیٹی ہو۔۔۔ اور تم یہاں رہ کر بھی اپنی پڑھائی مکمل کر سکتی ہو، کسی بھی پابندی نہیں ہے تم پر۔۔" وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"آنٹی میں نے اپنی ماما سے وعدہ کیا تھا کہ بابا اور بھائی کی طرح ایک کامیاب انسان بنوں

گی۔۔۔اگر میں یہاں رہی تو ایک بار پھر کمزور پڑ جاؤں گی جواب میں نہیں چاہتی۔۔۔میں زمانے کی سختیوں کا مقابلہ کرنا چاہتی ہوں۔" وہ نم آنکھوں سے بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔۔۔میری کچھ دوستیں ہوسٹل میں رہتی تھیں، یہاں گھر کے قریب ہی ہے میں ان سے بات کروں گی۔" زہرہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہاں مگر آپ میری منگنی تک تو رک سکتی ہیں نا، آج جمعرات ہے اور ہفتے کو میری منگنی ہے۔۔۔پلز دو دن تو رک جائیں۔" فاطمہ معصوم سی شکل بنا کر بولی تو حمائل مسکرا دی۔

"اوکے میں ہفتے تک رک جاتی ہوں۔" حمائل مسکرا کر بولی۔

فوزیہ بیگم نے حمائل کو اپنے ساتھ لگا لیا اور اسے دعائیں دینے لگیں۔

فاطمہ اور عماد کی منگنی کا فنکشن وقار کے گھر کے لان میں ہی رکھا گیا تھا۔

لان کو بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ وقار نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بہن کی منگنی کے

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

فنکشن میں کسی بھی چیز کی کوئی کمی رہے۔پورے لان کو سفید اور سرخ پھولوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔

"نہیں! میں نہیں آئوں گی؟"حمائل،فاطمہ کو بار بار ایک ہی بات کہے جارہی تھی کہ وہ باہر نہیں آئے گی کیونکہ وہ باہر لوگوں میں کسی کو جانتی نہیں ہے۔۔۔فاطمہ بھی اپنے نام کی ایک تھی،اسے باہر بھیجنے پر باضد تھی۔

"اففف! حمائل۔۔۔میں جا کر امی کو بتاتی ہوں پھر وہ خود ہی آپ کو باہر لے جائیں گی۔"فاطمہ نے دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔

"اوہو تم تو سیریس ہی ہو گئی۔۔۔میں خود ہی باہر چلی جاتی ہوں۔"اس نے فاطمہ کو بازو سے پکڑ کر روکا۔

"یہ ہوئی نا بات۔۔۔چلیں جائیں شاباش۔زہرہ آپی لان میں ہی ہیں انھیں کے پاس چلی جائیں۔"فاطمہ نے اسے کہا۔

"جا رہی ہوں۔"حمائل نے آہستہ سے کہا اور روم سے باہر چلی گئی۔

حمائل لان میں داخل ہوئی تو اپنے موبائل پر کسی سے بات کرتے ہوئے وقار کی نظر

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس پرپڑی اور پھر ہٹنا بھول گئیں۔

کالے رنگ کے پائوں تک آتے فراک میں ملبوس، سردیوں کی مناسبت سے ایک کندھے پر مخمل کی فینسی شال ڈال رکھی تھی، بالوں کو کھلا چھوڑ کر کمر پر گرائے، میک اپ کے نام پر صرف ہلکے گلابی رنگ کی لپ سٹک اور آنکھوں میں کاجل لگائے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

حمائل نے خود پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کرتے ہوئے سر اٹھایا تو سامنے کھڑے وقار پر نظر پڑی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ حمائل فوراً نظریں چراتے ہوئے زہرہ کی طرف بڑھ گئی۔

"کتنے ڈھیٹ انسان ہیں ویسے، ابھی بھی گھوری جا رہے ہیں۔" اس نے بھی وقار کو غصے سے گھورتے ہوئے سوچا۔

حمائل زہرہ کے پاس کھڑی تھی اور وقار اب بھی اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔ اس کے اس طرح غصے سے گھورنے پر وقار بے ساختہ مسکرا دیا۔

رات کے گیارہ بجے فنکشن ختم ہوا تو سب مہمان واپس جانے لگے۔ فاطمہ اور حمائل بھی اپنے کمرے میں آگئی تھیں۔

"میں بہت تھک گئی ہوں۔" فاطمہ اپنے کانوں سے جھمکے اتارتے ہوئے بولی۔

"ہمم۔۔۔کافی پیو گی؟" حمائل نے اسے کافی کی پیشکش کی۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ۔۔۔ویسے آپ کو آتی ہے بنانی؟" اس نے حمائل کی جانب رخ موڑتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں! مجھے اور بھی بہت کچھ بنانا آتا ہے، میں نے سب سیکھ لیا ہے، یہ اور بات ہے کہ کوئی مجھے یہاں کام ہی نہیں کرنے دیتا۔ سارے کام یا تو تم اور زہرہ آپی کر دیتے ہو یا پھر ملازم۔۔۔مجھے موقع ہی نہیں ملتا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھئی ابھی تو آپ کل جا رہی ہیں لیکن آپ اگر کسی رشتے سے ہمیشہ کے لیے اس گھر میں آجائیں تو گھر کی ساری ذمہ داریاں خود بخود آپ کے کندھوں پر آجائیں گی۔۔۔شادی کے بعد تو ویسے بھی بہوئوں کی ذمہ داری ہی ہوتی ہے یہ۔۔۔۔خیر! پھر خوشی خوشی سارے کام کر لیجیے گا۔" فاطمہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے شرارتی انداز

میں کہا تو حمائل خجل ہوئی۔

"میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔" حمائل کہہ کر فوراً اسے روم سے نکل گئی۔

"ہائے! کاش حمائل میری بھابھی بن جائیں۔ کتنی اچھی ہیں یہ۔۔۔" فاطمہ نے مسکراتے ہوئے سوچا۔

وہ ابھی تک انھیں کپڑوں میں ملبوس تھی، بس شال اتار کر گھر میں لینے والی عام سی چادر کندھوں پر اوڑھ لی تھی۔

وہ چائے کا پانی چولہے پر چڑھا رہی تھی جب کسی کے قدموں کی چاپ پر مڑی۔ کچن میں وقار آیا تھا۔

حمائل کو اپنے ماموں کے گھر میں گزری وہ رات یاد آگئی جب وقار کی وجہ سے اس کی ممانی نے اسے سارے گھر والوں اور ملازموں کے سامنے ذلیل کیا تھا۔

وقار نے کچن میں آکر فریج سے پانی کی بوتل نکالی، شیلف سے گلاس اٹھایا اور وہیں ڈائننگ ٹیبل کی ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

اس نے بھی ابھی تک فنکشن والی سفید رنگ کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی، بازو کو

کہنیوں تک موڑا ہوا تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے۔

حمائل وہیں بت بنی کھڑی، اپنی سوچوں میں گم، وقار کو دیکھے جا رہی تھی۔

"ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟ نظر لگانی ہے مجھے؟" وقار پانی پینے کے بعد گلاس میز پر رکھتے کن اکھیوں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

حمائل اس کی بات پر چونکی اور واپس چولہے کی طرف رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"کتنی خوش فہمی ہے!" وہ اپنی طرف سے آہستہ آواز میں بڑبڑائی۔

مگر اس کی آواز وقار تک پہنچ گئی۔

"خوش فہمی کا تو پتا نہیں مگر آپ کو بہت غلط فہمیاں ہیں۔" اس نے کندھے اچکا کر کہا۔

حمائل نے کوئی جواب نہ دیا بس خاموش کھڑی رہی۔

"سنا ہے آپ ہوسٹل شفٹ ہو رہی ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی۔۔" حمائل نے مختصر جواب دیا۔

"اچھا۔۔۔ کب جا رہی ہیں؟" اس نے پانی کا گلاس پھر لبوں سے لگا لیا۔

"کل صبح۔" وہ ویسے ہی رخ موڑے جواب دے رہی تھی۔

"ہمم۔۔۔گڈ!" اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

حمائل کو اس کے اس طرح کے پر سکون انداز پر غصہ آیا۔ وہ کیبنٹ سے کپ نکالنے کے لیے مڑی تو اس کا چہرہ وقار باآسانی دیکھ سکتا تھا۔

"کیا مصیبت ہے؟ یہ جا کیوں نہیں رہے یہاں سے؟" حمائل نے بیزاری سے سوچا۔

"کوئی مصیبت نہیں ہے۔۔۔اور جا رہا ہوں میں۔۔" وقار نے کھڑے ہوتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

حمائل نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ تو صرف سوچ ہی رہی تھی تو وقار کو کیسے پتا چل گیا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔

"چائے۔۔۔" اس نے آنکھ کے اشارے سے حمائل کی توجہ چائے کی طرف دلائی جو ابل کر پتیلی سے باہر گر رہی تھی۔

حمائل کو اسی طرح حیران کھڑا چھوڑ کر، مسکراتا ہوا کچن سے باہر چلا گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اگلے روز فاطمہ اور زہرہ صبح ناشتے کے بعد حمائل کو ہوسٹل چھوڑ آئی تھیں۔

ہوسٹل کی عمارت کے سامنے ہی اپارٹمنٹس تھے۔لاہور کی جنوری کی سردی میں سورج کا نکلنا غنیمت سمجھا جاتا ہے اور ان اپارٹمنٹس کے رہائیشی اسی غنیمت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دھوپ سینک رہے تھے۔بچے ارد گرد سے بے نیاز،اپنے کھیل کود میں مصروف تھے۔بزرگ ایک ساتھ بیٹھے اپنے ماضی کے قصے دہرا رہے تھے۔وہاں کا ماحول دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا کہ کچھ سالوں قبل والا زمانہ جوان تمام ٹیکنولوجی سے دور تھا،ایک بار پھر سے آ گیا ہے۔

وہ زہرہ اور فاطمہ سے ساتھ کھڑی کچھ لمحے یہ منظر مسکراتے ہوئے دیکھتی رہی پھر وہ دونوں حمائل کو ہوسٹل کے مین گیٹ تک چھوڑ کر واپس چلی گئیں۔

حمائل اپنے روم تک گئی اور دروازے پر ہلکا سا ناک کر کے اندر داخل ہوئی۔

"اسلام علیکم!"اندر داخل ہوتے ہی اس نے سنگل بیڈ پر لیٹے وجود کو دھیرے سے سلام کیا۔

کالے رنگ کے ٹرائوزر پر سفید رنگ کی ہوڈی پہنے، بالوں کو اونچے جوڑے میں باندھے، وہ بیڈ کرائون سے ٹیک لگائے بیٹھی، برا سا منہ بنائے ارد گرد دیواروں کھڑکیوں کو دیکھتے ہوئے، چیونگم چبا رہی تھی۔ حمائل کی آواز پر چہرہ دائیں جانب موڑ کر اسے دیکھا اور پھر ایک منٹ تک یونہی اسے دیکھتی رہی اور پھر شروع ہو گئی۔

"ارے! والیکم اسلام۔۔۔ میں کب سے ویٹ کر رہی تھی تمہارا۔۔۔ اگر تھوڑی دیر اور اکیلی بیٹھی رہتی تو قسم سے دماغی مریضہ بن جاتی۔۔۔ پاگلوں کی طرح بیٹھی دیواروں کو گھور رہی تھی میں۔۔۔ شکر ہے تم آگئی۔" وہ مسلسل بولتے ہوئے اس کے قریب آئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر بیٹھا دیا اور خود بھی ٹانگیں اوپر کر کے رضائی اوڑھ کر بیٹھ گئی۔

"آپ؟ سوری میں جانتی نہیں ہوں آپکو۔" حمائل نے جھجھکتے ہوئے کہا۔

"اوہو! تو میں کونسا تمہیں جانتی ہوں۔۔۔ اور مجھ سے آپ جناب کر کے بات نہیں کی جاتی، اس لیے تم برا مت ماننا میں تمہیں "تم" ہی کہوں گی۔۔۔ اچھا! نام تو بتائو اپنا۔" مہوش آفندی نے اپنی چلتی زبان کو بریک لگائی۔

"حمائل مصطفٰی۔" اس نے اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

"او یار! تم اتنا ڈر کیوں رہی ہو؟ ایزی ہو جائو۔۔۔ چلو دوستی کر لیتے ہیں۔" اس نے اپنا ہاتھ حمائل کی جانب بڑھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

حمائل نے بھی مسکراتے ہوئے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا۔

"آپ کا نام؟" حمائل نے پوچھا۔

"مجھ ناچیز کو مہوش آفندی کہتے ہیں۔" وہ فرضی کالر جھاڑتے ہوئے اکڑ کر بولی۔

"ہمم۔۔۔ یہاں اور بھی کوئی روم میٹ ہے؟" روم میں تین سنگل بیڈ تھے، اس لیے حمائل نے اس سے پوچھا۔

"نہیں! اور کوئی نہیں۔۔۔ میں ایک سے زیادہ کسی کے ساتھ روم نہیں شیئر کر سکتی، اس کی جگہ میں ایکسٹرا چارج پے کرتی ہوں روم کے۔۔۔" اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"اوہ اچھا!" حمائل کہہ کر روم کی چیزوں کو دیکھنے لگی۔

"اب تم ایک کام کرو اپنا سارا سامان وغیرہ الماری میں سیٹ کر لو، میں ذرا اپنا حلیہ درست کر لوں پھر کھانا کھانے چلتے ہیں۔" مہوش کہتے ہوئے واشروم کی جانب بڑھ

گئی اور حمائل اپنا سامان الماری میں رکھنے لگی۔

وہ تیار ہو کر واشروم سے نکلی تو حمائل کھڑکی کے پاس کھڑی باہر دیکھ رہی تھی۔

"چلیں؟"مہوش اس کے پاس آتے ہوئے بولی۔

"وہ۔۔۔میں کہہ رہی تھی کہ ہم کھانا یہیں روم میں نہیں کھا سکتے؟"اس نے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا ٹھیک ہے یہیں منگوا لیتے ہیں، بلکہ میں خود لے کر آتی ہوں۔۔۔یہاں سامنے ہی مین روڈ پر ایک ریسٹورنٹ ہے وہاں کی بریانی بہت مزے کی ہے، تمہیں آج وہی کھلاتی ہوں۔"وہ اپنی چادر کندھوں پر ڈالتے ہوئے بولی اور روم سے باہر چلی گئی۔

"کیا لڑکی ہے یہ؟ فوراً ہی فری ہو گئی۔"حمائل اس کے جانے کے بعد کتنی ہی دیر کھڑی دروازے کو دیکھتی سوچتی رہی جہاں سے وہ گئی تھی۔

حمائل کو ہاسٹل میں رہتے ہوئے تین ماہ گزر چکے تھے۔مہوش اسے ہر بار اپنے ساتھ باہر جانے کا کہتی مگر وہ ہر بار ہی کوئی نا کوئی بہانا بنا کر

انکار کر دیتی۔

آج بھی مہوش شام کو شاپنگ کے لیے گئی اور اسے بھی ساتھ چلنے کو کہا مگر اس نے ہر بار کی طرح انکار کر دیا۔

وہ رات کو تقریباً آٹھ بجے ہوسٹل واپس لوٹی۔

"حمائل اگر تم اگلی بار بھی میرے ساتھ نہ گئی تو میں تمہاری ایک چیز نہیں لاؤں گی۔۔۔مطلب حد ہی ہو گئی یار میں اکیلی اتنا سامان اٹھا کر تھک جاتی ہوں۔۔اور آج تو وہ رکشے والا مجھ سے قتل ہوتے ہوتے بچا ہے۔" مہوش اپنی شال اتارتے ہوئے بولی اور جا کر حمائل کے پاس کھڑی ہو گئی۔

حمائل کھڑکی کے پاس کھڑی باہر کی زندگی کو بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔

"حمائل میڈم میں آپ سے کچھ عرض کر رہی ہوں۔" اس نے حمائل کا بازو پکڑ کر رخ اپنی جانب موڑا۔حمائل کی آنکھ سے ایک آنسو گرا۔

"ہائے! حمائل تم رو کیوں رہی ہو؟ بتاؤ مجھے؟" مہوش اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے پیار سے بولی۔

"کچھ بھی نہیں ہوا۔" اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور اپنا چہرہ صاف کیا۔

"مجھ سے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آئی سمجھ؟ اور مجھے ایک بات بتاؤ یہ تم باہر کیوں نہیں نکلتی؟ تین مہینے سے اس کمرے میں بند ہو۔۔۔ ہاں؟ بولو۔" وہ اپنے ہاتھ کمر پر ٹکاتے ہوئے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے بولی۔

"بس مجھے ڈر لگتا ہے۔" حمائل نے آہستہ سے کہا۔

"کیا!!؟ ڈر لگتا ہے؟ کس سے ڈر لگتا ہے؟ مجھے نام بتا اس کا ابھی جا کے پوچھتی ہوں اس۔۔۔" مہوش اپنی آستینیں موڑتے ہوئے بولی اور جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"سب سے ڈرتی ہوں۔ مجھے اس دنیا سے ہی خوف آتا ہے۔ اب کیا جا کر سب کو مارو گی۔" وہ چڑ کر بولی۔

مہوش کچھ لمحے افسوس اور صدمے سے اسے دیکھتی رہی۔ حمائل نے بھنوئیں اچکا کر اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اس بات پر سب کو نہیں صرف تمہیں ماروں گی پاگل لڑکی!" وہ اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے بولی۔

"یار تم جتنا ڈرو گی نا یہ دنیا تمہیں اتنا ہی ڈرائے گی۔ کتنی بے وقوف ہو تم۔۔۔ مجھے دیکھو کوئی اگر مجھ سے پنگا لینے کی کوشش کرتا ہے تو صحیح سلامت اپنے قدموں پر واپس نہیں جاتا۔۔۔ ڈرتے نہیں ہیں میری جان! بہادر بن بہادر ورنہ یہ دنیا ہی تجھے پیچ کر کھا جائے گی۔" وہ اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے بولی۔

"ہمم۔۔۔ میں کوشش کرتی تو ہوں، پر کیا کروں؟ کوئی اگر مجھ سے ذرا سی اونچی آواز میں بولے تو مجھے رونا آجاتا ہے۔" حمائل معصومیت سے بولی۔

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ ڈرنا نہیں ہے رونا نہیں ہے، اپنی کمزوریوں کی بھنک بھی دوسروں پر نہیں پڑنے دیتے، ورنہ لوگ ہماری کمزوریوں سے ہی ہمیں ڈراتے ہیں۔ اگر تمہیں رونا ہے تو اکیلے میں رو لو مگر سب کے سامنے نہیں!!! تم بس اتنا یقین رکھو کہ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جب تک تم خود نہیں چاہو گی۔"

"اور میں اچھی طرح جانتی ہوں تمہیں اصل ڈر کس بات کا ہے۔۔۔ جتنا ظلم تم اپنے سو کالڈ ماموں کے گھر برداشت کر کے آئی ہو نا اگر میں ہوتی تو ان کی اینٹ سے اینٹ بجا کر نکلتی اور تمہارے اس کزن نامدار کا وہ حشر کرتی کہ اس کی نسلیں بھی مجھ سے پناہ مانگتیں۔" وہ غصے سے بولی تو حمائل کو اس کے اس انداز پر ہنسی آگئی کیونکہ وہ بہت کم

غصہ کرتی تھی، اسے دیکھ کر مہوش بھی مسکرائی۔

"بسس!! اب میں تمہیں اس طرح روتے دھوتے نہ دیکھوں۔۔۔میں ذرا یہ سامان سمیٹ لوں پھر باہر لان میں چل کے بیٹھتے ہیں، اتنا اچھا موسم ہے آج۔"

کچھ دیر بعد وہ دونوں لان میں بینچ پر بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

"مہوش! تم کیوں یہاں ہوسٹل میں رہتی ہو؟" حمائل نے جھجھکتے ہوئے سوال کیا۔

اس کی بات سن کر مہوش نے ایک جاندار قہقہہ لگایا اور پھر بولی۔ "اوہ ہاں! میں نے تو بتایا ہی نہیں کہ میں یہاں کیوں رہتی ہوں اور تم سے سب پوچھ لیا۔۔۔ تین مہینے ہو گئے ہمیں ساتھ رہتے ہوئے اور تم نے بھی نہیں پوچھا۔۔"

"اچھا میں بتاتی ہوں، اکیچیولی میں اما ابا کی اکلوتی اولاد ہوں اور ہوں بھی بیٹی! میری دادی کی مجھ سے بالکل نہیں بنتی ان کا کہنا ہے کہ لڑکیاں منحوس ہوتی ہیں، وہی چیپ سوچ، خیر! گھر میں میرے تایا کی فیملی رہتی ہے ان کے تین بیٹے ہیں اور دادی کے لاڈلے۔" وہ منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے بولی۔

"میرے صرف ایک تایا ہی ہیں اور کوئی تایا چچا پھپھو وغیرہ نہیں ہیں، اس لیے میرے علاوہ گھر میں کوئی اور لڑکی بھی نہیں ہے، اپنے ہی گھر میں رہ کر میرا دم گھٹتا تھا۔تائی اماں کو بہت پسند ہوں میں، دادی سے بغیر ڈرے ہر بات جو کر لیتی ہوں، اس لیے اپنے تینوں بیٹوں کا رشتہ لے آئی، دو تو مجھ سے بڑے ہیں اور ایک میرے جتنا ہے، کہنے لگیں جس سے چاہو گی تمہاری شادی کر دیں گے۔۔۔"اس نے قہقہ لگایا تو حمائل بھی ہنسی۔

"لیکن میں نے بھی ابا کو صاف انکار کر دیا تھا کہ اگر شادی کروں گی تو خاندان سے باہر ورنہ نہیں!"وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"پھر؟"حمائل جو اس کو غور سے سن رہی تھی اس کے چپ ہونے پر فوراً استفسار کیا۔

"پھر کیا؟ابا کو معلوم تھا کہ دس ڈھیٹ مرے تو مہوش پیدا ہوئی۔۔۔اپنی بات کی پکی ہوں میں، مجبوراً ابا کو ماننا پڑا۔"اس نے ایک آنکھ دبائی۔

"اور تمہاری اما؟انھوں نے کچھ نہیں کہا؟"حمائل نے پوچھا۔

"بیچاری اما مرحوم کہاں کچھ کہہ سکتی تھیں، میں دس سال کی تھی جب ان کا انتقال ہو

گیا۔"اس نے نارمل انداز میں جواب دیا۔

"اوہ! آئم سوری!"حمائل نے فوراً معذرت کی۔

"سوری کس بات کا؟ کونسا تم نے میری امی کو مارا تھا۔"مہوش ہنستے ہوئے بولی۔

"ہمم۔۔۔کسی نے ہاسٹل آنے سے منع نہیں کیا تھا؟"حمائل نے پوچھا۔

"کیا تھا نا منع دادی نے۔۔۔ کہتیں ہمارے خاندان کی لڑکیاں ہاسٹلوں میں نہیں رہتی۔۔۔ خبردار جو ایک قدم گھر سے باہر نکالا۔"وہ اپنی دادی کی نقل کرتے ہوئے ہاتھ فضا میں لہرا کر بولی۔

"میں بھی اپنے نام کی ایک ہوں۔۔۔انٹر کرنے کے بعد ہی میں نے بابا سے کہا کہ مجھے ہاسٹل جانا ہے بس پھر ابا زندگی میں پہلی بار دادی کے سامنے میرے حق میں بولے اور دادی سے لڑ کر مجھے ہاسٹل آنے کی اجازت دے دی۔۔۔اک سال سے یہیں رہ رہی ہوں۔۔۔بس کہانی ختم!"اس نے شوخیہ انداز میں تالی ماری تو حمائل اس کی اس حرکت پر ہنسی۔

ہماری زندگی میں کچھ لوگ ایسے آتے ہیں جن کی بدولت ہمیں اپنی زندگی خوبصورت

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لگنے لگتی ہے، وہ ہمیں زندگی کو "جینا" سکھا دیتے ہیں۔۔۔

ایسے لوگ بہت قیمتی ہوتے ہیں، انھیں کھونے کی غلطی نہیں کرنی چاہیئے۔

وہ دونوں آج صبح ہی سے پورے لاہور کے دورے پر نکلی ہوئی تھیں اور اب شام کے پانچ بج رہے تھے۔۔۔ بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ اور لاہور میوزیم کی سیر کے بعد اب دونوں لاہور کی مال روڈ پر سڑکیں ناپ رہیں تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ دونوں ایک برگر شاپ سے برگر لے رہیں تھیں جب ایک لڑکا آکر ان کے پاس کھڑا ہوا۔

"او بھائی! پہلے میرا آڈر لے۔" اس نے گلے میں پہنی چین کو انگلی پر گھماتے ہوئے بد تمیزی سے دکاندار کو حکم صادر کیا۔

"پہلے ہم آئے تھے، آپ پہلے ہمیں دیں۔" مہوش نے پرس سے پیسے نکال کر دکاندار کی طرف بڑھائے۔

"بی بی جی! بس پانچ منٹ لگے گے، ذرا ان کو دے دوں پھر آپ کو دے دیتا ہوں۔"

بوڑھا دکاندار مظلومیت سے بولا تو مہوش ان کی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے خاموش ہو گئ

اور خونخوار نظروں سے اس آوارہ لڑکے کو گھورنے لگی۔

وہ کوئی بدمعاش تھا تبھی دکاندار خوفزدہ ہو گیا تھا اور پہلے اس کا آڈر تیار کیا تھا۔

وہ لڑکا اپنی پلیٹ لے کر وہیں سائیڈ پر کھڑا ہو گیا۔اس کے ساتھ کچھ اور دوست بھی

تھے جو باتیں کرتے ہوئے بے ہنگم قہقے لگا رہے تھے۔

حمائل اور مہوش تھوڑا فاصلے پر آکر کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔

"مہوش چھوڑنا، کیوں اپنا موڈ خراب کر رہی ہے۔" حمائل، غصے میں بھری بیٹھی

مہوش سے بولی۔

"ایسے کیسے دفع کر دوں، ابھی دیکھ میں اس کے ساتھ کیا کرتی ہوں۔" مہوش شرارتی

مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"تم کیا کرنے لگی ہو؟" حمائل کو خطرے کی گھنٹی بجتی محسوس ہوئی۔

"اوفوہ! بس دیکھتی جاؤ میں کرتی کیا ہوں۔" وہ اپنے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑتے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہوئے جوش سے بولی۔

"دیکھو کوئی غلط حرکت نہیں کرنا۔"حمائل اسے وارن کرتے ہوئے بولی۔

"اوہو! تم چلو میرے ساتھ۔"مہوش نے اس کا بازو پکڑ کر کھڑا کر دیا۔

"مگر۔۔۔کہاں؟"اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ایک تو تم ڈرتی بہت ہو۔۔۔ڈرپوک، بزدل،۔۔۔"مہوش دانت پیستے ہوئے بولی۔

"جی نہیں میں کسی سے نہیں ڈرتی اب! چلو۔۔۔"حمائل پر اعتماد لہجے میں بولی۔

"یہ ہوئی نا بات، مائے ڈیئر!"مہوش اس کے کندھے کو تھپکتے ہوئے بولی اور پھر دونوں واپس برگر شاپ کے پاس آ گئیں۔

مہوش نے اپنے بیگ سے موبائل نکالا، ایک ہاتھ سے حمائل کا ہاتھ پکڑا اور چلتی ہوئی اس لڑکے کے بالکل پیچھے جا کر کھڑی ہو گئی۔

لڑکا برگر کھاتے ہوئے اپنے دوستوں کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا اور اس بات سے انجان تھا کہ اس کے ساتھ کچھ ہی لمحوں بعد کیا ہونے والا ہے۔

مہوش نے اپنا بازو، جس سے حمائل کا ہاتھ تھاما ہوا تھا، اپنی پوری قوت سے اس لڑکے

کی کمر میں مارا۔لڑکا اس اچانک حملے کے لیے تیار نہ تھا،وہ لڑ کھڑا کر سامنے سے آتے آدمی سے ٹکرایا اور ہاتھ میں پکڑی برگر کی پلیٹ اس کے اپنے ہی اوپر الٹ گئی۔

جتنی دیر اس کو سنبھلنے میں لگی حمائل اور مہوش اس سے کچھ فاصلے پر جا کر کھڑی ہو گئیں۔

"کس بدتمیز نے یہ حرکت کی ہے؟"لڑکا دھاڑا۔

"جس نے بھی یہ حرکت کی ہے اس کو چھوڑوں گا نہیں۔"وہ ارد گرد دیکھتے ہوئے غصے سے بولا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہاں موجود لوگ تو اس کے اس جلال سے ہی سہم گئے تھے۔سب نے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔

مہوش نے اپنے ہاتھ میں پکڑا موبائل کان سے لگا لیا اور حمائل آس پاس سے بالکل انجان بننے کی اداکاری میں مصروف ہو گئی۔

"ہونہہ! بڑا آیا پھنّے خان۔۔۔ایک برگر کی پلیٹ تو سہی سے پکڑی نہیں جاتی، بدمعاشی دکھا رہا ہے۔"مہوش بڑبڑاتی ہوئی حمائل کے ساتھ چل رہی تھی اور حمائل

اپنی ہنسی ضبط کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

وہ دونوں واپس وہیں آ کر بیٹھ گئیں۔ کھانا کھانے کے بعد جانے کے لیے اٹھی۔

مہوش ہر کسی سے پنگا لینے والی عادت سے مجبور ایک بار پھر چلتی ہوئی ایک لڑکے کے سامنے جا کر سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

"میں کب سے تمہیں دیکھ رہی ہوں، میں جہاں جا رہی ہوں تم گھوری جا رہے ہو۔۔۔تکلیف کیا ہے بھائی صاحب؟"مہوش نے بھنویں اچکا کر پوچھا۔

"قسم سے دو سکینڈ پہلے تک کوئی تکلیف نہیں تھی، مگر آپ کے اس طرح بھائی صاحب کہنے سے بہت تکلیف ہوئی ہے۔"زین نے بے چارگی سے کہا۔

وہ شکل سے بھی اچھے خاندان کا پڑھا لکھا اور شریف لگ رہا تھا۔اس لیے مہوش نے بھی اسے ذرا تمیز سے مخاطب کیا تھا۔

"کافی بے شرم ہیں آپ، ایسے سڑکوں پر کھڑے ہو کر لڑکیوں کو لائن نہیں مارتے، ان کے گھر عزت و احترام سے اپنا رشتہ بھیجتے ہیں۔"اس کو بے بے شرم کہنے کے ساتھ ہی اپنی بات بھی بلا جھجھک کہہ دی۔

زین اس کے بے شرم کہنے پر خجل سا ہوا۔

حمائل نے اس کی کمر میں ایک مکا مارا تو اس نے بری سی شکل بنا کر پوچھا "کیا ہے؟ مار کیوں رہی ہو؟"

"مہوش صاحبہ! شرم نام کی چیز آپ میں بھی نہیں ہے۔۔۔میں معذرت چاہتی ہوں بھائی!" حمائل نے مہوش کو گھور کر کہا اور زین سے معذرت کی۔

مہوش تو اپنے بارے میں ایسے کلمات سننے کی عادی تھی، اس لیے ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قہقہ لگا کر ہنس پڑی جبکہ زین اس کی انسلٹ ہونے پر ہنسنے لگا۔

"زین یار تو نے چلنا ہے کہ نہیں؟" حمائل اور مہوش کے پیچھے سے عماد کی آواز ابھری۔

"ہا۔۔۔ہاں آ ہی رہا تھا۔" زین گڑبڑا گیا۔

اتنے میں وقار اور عماد چلتے ہوئے اس کے ساتھ ہی آ کر کھڑے ہو گئے۔ حمائل اور وقار نے ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھا اور پھر حمائل نے نظریں پھیر لیں۔

"جی جی! یہ آ ہی رہے تھے، بس راستے میں لڑکیاں نظر آ گئیں تو لائین مارنے کے لیے

رک گئے۔"مہوش نے طنز کیا۔

زین نے مہوش کو گھورا تو وہ کندھے اچکا گئی۔

"حمائل آپ؟ کیسی ہیں؟"عماد نے حمائل سے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔

"جی بالکل ٹھیک۔۔۔۔آپ کیسے ہیں؟"حمائل نے مسکرا کر پوچھا۔

"آپ لوگ جانتے ہیں ایک دوسرے کو؟"مہوش نے حیرت سے پوچھا۔

"جی جانتے ہیں۔۔۔آپ مجھے حمائل کا بڑا بھائی ہی سمجھیں۔"عماد نے حمائل کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ لوگوں کا یہ بھائی بہن نامہ ختم ہو گیا ہو تو چلیں۔"وقار کو اپنا اگنور ہونا اچھا نہ لگا تو بیزاری سے بولا۔

"چلے جاتے ہیں اتنی بھی کیا جلدی ہے۔"زین نے مہوش کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا تو مہوش نے اس کے پاؤں پر اپنی ہیل رکھ کر دبائی اور زین بیچارے کی چیخ بھی نہ نکل سکی۔

"ہاں چل! حمائل آپ آیئے گا زہرہ آپی اور فاطمہ آپ کو یاد کر رہیں تھیں۔"عماد نے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کہا۔

"جی عماد بھائی۔"حمائل نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

"آجائیں آپ دونوں، ہم ڈراپ کر دیتے ہیں۔"وقار نے اپنی پینٹ کی جیب سے گاڑی کی چابیاں نکالتے ہوئے حمائل پر سرسری سی نظر ڈال کر کہا۔

"جی نہیں! بہت شکریہ آپ کا مسٹر وقار حیدر! وہ کیا ہے نا کہ حمائل مصطفیٰ نے اب لوگوں کے احسان لینے چھوڑ دیے ہیں۔اس لیے آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"حمائل سپاٹ لہجے میں بولی۔

وقار تو اس کے کانفیڈنس پر ہی اش اش کر اٹھا۔حیرت سے اسے دیکھتا رہا اور پھر ایک مسکراہٹ اس کی جانب اچھال کر گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

"عجیب بندہ ہے یہ۔۔۔انھوں نے اس کو کھری کھری سنادی اور یہ مسکرا رہا ہے۔" زین نے حمائل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بڑبڑایا۔

"واہ بھئی! میری بہن تو بہت کانفیڈنٹ ہوگئی ہے۔۔۔ویسے میں ایک بار پھر کہوں گا کہ وقار شریف انسان ہے اس کے بارے میں تمہارے دل میں جو بھی غلط فہمی ہے

اسے نکال دو۔" وہ حمائل کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا اور زین کو چلنے کا اشارہ کیا۔

"یار یہ کس بارے میں بات ہو رہی ہے؟ ہمیں بھی بتادو۔" زین نے وہی کھڑے ہوئے مہوش اور اپنی جانب اشارہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

"اوہ ہیلو! اپنی بات کرو صرف مجھے کوئی شوق نہیں ہے دوسروں کی پرسنلز میں انٹرفیئر کرنے کا۔۔۔ ہونہہ بڑا آیا ہمیں۔۔۔" مہوش اس کی نقل کرتے ہوئے غصے سے بولی۔

"آپ اس کی بات کا برا نہ منائیں یہ نادماغ سے تھوڑا کھسکا ہوا ہے۔۔۔ ہم چلتے ہیں اللہ حافظ!" عماد ہنستے ہوئے بولا۔

"او ہو رک جا یار۔۔۔ یہ میرا موبائل نمبر ہے۔ میں جانتا ہوں آپ کا دوبارہ دل کرے گا مجھ سے بات کرنے کا، تو یہ نمبر رکھ لیں۔ جب مرضی کال کر لیجیئے گا، کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔۔ اللہ حافظ۔" وہ تیزی سے بولتا ہوا مہوش کے ہاتھ میں کارڈ تھما کر مسکراتا ہوا چلا گیا۔

مہوش نے اس کے جانے کے بعد حمائل کی جانب رخ موڑا تو وہ اپنی ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ مہوش کو غصے میں دیکھ کر اس نے کھل کر ہنسنا شروع کر دیا۔

"تم کیوں ہنس رہی ہو؟ وہ کوئی جوک تو سنا کر نہیں گیا جو تمہاری ہنسی نہیں رک رہی۔" مہوش جل کر بولی۔

"افففف۔۔۔ مہوش۔۔۔ وہ تو ایک نظر میں ہی تمہارا عاشق ہو گیا ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بامشکل بولی۔

"تم تو دفع ہی ہو جاؤ۔۔۔ تمہارا تو ہر ایموشن ہی اکسٹریم لیول کا ہوتا ہے، ہنستی ہو تو ہنستی ہی رہتی ہو اور جب روتی ہو تو چپ ہونے کا نام نہیں لیتی۔" وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

"اچھا نا اب نہیں ہنس رہی۔" اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

"اب واپس چلیں ہاسٹل یا کہیں اور بھی جانا ہے؟۔" اس نے ساتھ چلتی حمائل سے پوچھا۔

"ہاں جانا ہے، اولڈ ہوم۔۔۔ ورنہ مجھ سے وہ پیسے خرچ ہی نا ہو جائیں۔" حمائل نے کہا۔

"اچھاٹھیک ہے۔۔۔وہیں چلتے ہیں۔"مہوش نے اس کے کندھے کے گرد بازو حائل کرتے ہوئے مسکراکر کہا۔

حمائل جب سے ہاسٹل آئی تھی اس نے ہاسٹل کے سامنے والے اپارٹمنٹس کے بچوں کو ٹیوشن پڑھاناشروع کر دیا تھا۔دوپہر سے شام تک ٹیوشن پڑھاتی اور پھر شام سے رات تک ایک ریسٹورنٹ میں ویٹریس کی جاب کرتی۔

ان دو کاموں سے اس کے پاس اچھی خاصی رقم جمع ہو جاتی جسے وہ اپنی کورس کی کتابوں اور دوسری ضروریات کے لیے خرچ کرتی۔۔۔مگراس نے اب تک ایک بار بھی اپنی ہاسٹل کی فیس نہیں دی تھی۔ہر ماہ یکم تاریخ کو ہی کوئی اس کی فیس جمع کروا جاتا۔اس نے ہاسٹل کی انچارج سے بھی پوچھا مگراس نے کہہ دیا کہ وہ اپنا نام نہیں بتاتے بس فیس دے کر چلے جاتے ہیں۔حمائل کو حیرت تو ہوئی مگراس نے ہاسٹل کی انچارج سے کہہ دیا کہ وہ اگلے ماہ اس کے علاوہ کسی سے بھی اس کی فیس نہ لیں۔

جون کی پہلی تاریخ تھی۔آسمان پر ابھی سیاہی مکمل طور پر نہیں چھٹی تھی۔ہر طرف پرندوں کی خوبصورت چہچہاہٹ تھی.

وہ دونوں فجر کے بعد سے ہی لان میں چہل قدمی کر رہیں تھیں۔ساٹ بجے کے قریب جب دونوں اندر جانے لگیں تو حمائل کی نظر ہاسٹل کے مین گیٹ سے داخل ہوتے وقار پر پڑی۔

نک سک سے تیار ہوئے، بالوں کو جیل سے پیچھے کی طرف سیٹ کیے، وہ اپنے چہرے پر اپنی مخصوص سنجیدگی لیے، ہاتھ میں پکڑے موبائل پر نظریں جمائے وہ چلتا ہوا ہاسٹل انچارج کے روم کی طرف بڑھ رہا تھا۔

حمائل تو اسے دیکھ کر ہی دنگ رہ گئی۔اسے پہلے صرف شک تھا کہ وقار اس کی فیس دیتا ہو گا لیکن اس نے کبھی بات نہیں کی تھی۔مگر آج اس کو ہاسٹل میں دیکھ کر اس کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ اس کی فیس ہی دینے آیا ہے۔

"مہوش! یار آج تاریخ کیا ہے؟"اس نے مہوش کی بازو پکڑ کر تیزی سے پوچھا۔

"آج۔۔۔امم۔۔۔یکم ہے۔"مہوش نے سوچ کر جواب دیا۔

مگر حمائل کی نظری وقار پر ہی ٹکی تھیں۔اس نے سختی سے جبڑے بھینچے۔

"کیوں؟تو کیوں پوچھ رہی ہے؟کیا ہوا ہے؟"مہوش نے پوچھتے ہوئے اس کی نظروں

کے تعقب میں دیکھا.

"کون ہے یہ؟ تو اس طرح کیوں گھور رہی ہے اس بیچارے کو؟" مہوش نے الجھ کر اس کی طرف دیکھا۔

"وقار ہے۔" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

حمائل نے مہوش کو اپنے اور وقار کے بارے میں سب بتادیا تھا تبھی وہ مزید کچھ نہیں بولی۔

حمائل غصے میں تیزی سے وقار کی جانب بڑھی اور اس کے سامنے جا کر رکی۔

وقار جو اپنے دھیان چل رہا تھا حمائل کے اس طرح ایک دم سامنے آنے سے ایک جھٹکے سے رکا اور موبائل سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟" حمائل نے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔

"ایک ضروری کام تھا۔" وقار نے کندھے اچکا کر کہا۔

"اچھی طرح سے جانتی ہوں آپ کو اور آپ کے ضروری کام کو۔" اس نے وقار کو خونخوار نظروں سے دیکھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہمم۔۔۔یہ تو اچھی بات ہے۔۔۔اب میں جائوں؟" وقار نے انچارج کے روم کی طرف اشارہ کر کے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی بالکل جائیں۔۔۔مگر یہاں نہیں بلکہ مین گیٹ سے باہر۔" اس نے بھی وقار کے انداز میں گیٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میرا کام ہو جائے پھر چلا جائوں گا۔" اس نے موبائل پر انگلیاں چلاتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا۔

"آپ بار بار کیوں آجاتے ہی میرے سامنے۔۔۔وقار! خدا کی لیے میرا پیچھا چھوڑ دیں۔مجھے نہیں چاہئیں آپ کے احسان۔۔۔" وہ ابھی بول رہی تھی کہ وقار نے اس کا بازو دبوچا۔

"کیا تم ہر وقت احسان احسان کی رٹ لگائی رکھتی ہو۔۔۔میں بھی ہزار مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ کوئی احسان نہیں کر رہا تم پر، تمہیں ایک بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔" وقار دبے دبے غصے میں چلایا۔

اس نے ایک نظر بازو کو دیکھا جو اب بھی وقار کی گرفت میں تھا اور پھر ایک جھٹکے سے

اپنا بازو چھڑوایا۔اس کی آنکھ سے اک آنسو ٹوٹ کر گرا۔

وقار نے اپنے لمبا سانس خارج کیا اور اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"چلے جائیں یہاں سے۔۔۔آپ ایک بار پھر مجھے ذلیل کروانے آگئے ہیں۔۔۔مگر اب میں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔۔۔چلے جائیں یہاں سے۔۔۔جائیں!"حمائل چیخ کر بولی تو دور کھڑی مہوش اس کے پاس آئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔

"حمائل یار ریلیکس۔۔۔کیا ہو گیا ہے۔"مہوش بولی۔

"ٹھیک ہے! جا رہا ہوں۔۔۔اب اس وقت تک تمہارے سامنے نہیں آئوں گا جب تک تم خود نہیں کہو گی۔"وقار اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں بولا۔

"اور ہاں ایک آخری بات۔۔۔تم نے ایک بار مجھ سے پوچھا تھا کہ میں کسی سے محبت کرتا ہوں تو میں نے کہا تھا ہاں! لیکن یہ محبت یک طرفہ ہے۔۔۔مگر حمائل نہیں! وہ لڑکی بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔۔۔تم نے تب مجھ سے اس نام بھی پوچھا تھا مگر میں نے بتانے سے انکار کر دیا تھا۔۔۔لیکن آج تمہیں اس کا نام بتا دیتا ہوں، پھر نا جانے کب ملاقات ہو۔۔۔"وقار رکا۔

حمائل دم سادھے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی جہاں شاید اپنی خواہش اور محبت کے خواب ٹوٹ جانے کی کرچیاں بکھری تھیں۔حمائل کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

"حمائل مصطفیٰ نام ہے اس لڑکی کا۔۔۔جس سے میں نے محبت کی ہے۔۔۔اور مجھے پورا یقین ہے کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔"وقار کہہ کر جانے کے لیے مڑا مگر پھر رک گیا اور حمائل کی طرف دیکھ کر بولا۔

"میں دل سے دعا کرتا ہوں کہ تمہیں اس رات کی حقیقت کبھی معلوم نا ہو۔۔۔کیونکہ تم اپنے کہے الفاظ پر شرمندہ ہو گی،اور میں تمہیں شرمندہ نہیں دیکھ سکتا۔۔۔اگر کبھی حقیقت معلوم ہو بھی جائے تو معافی مت مانگنا اپنے رویے کی۔۔۔بس مجھے اپنے سے ملنے کی اجازت دے دینا۔۔۔اللہ حافظ!"وقار کہہ کر رکا نہیں،لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔

حمائل نے اسے جاتا دیکھتی رہی۔وہ تو اس کے اس قدر پر یقین ہونے پر حیران تھی کہ وہ خود کو بے قصور بھی نہیں کہتا اور اپنی غلطی کا اعتراف بھی نہیں کرتا،نہ ہی چاہتا ہے کہ حمائل کو حقیقت معلوم ہو۔۔۔۔

حمائل مہوش کے گلے لگی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

~ دل امید توڑا ہے کسی نے
سہارا دے کے چھوڑا ہے کسی نے

اس نے خود کو اتنے مہینوں میں مضبوط کر لیا تھا۔وہ کسی کے بھی سامنے اپنی کوئی کمزوری ظاہر نہیں ہونے دیتی تھی۔مہوش کی صحبت نے اسے بہت بدل دیا تھا۔

وقار گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور سر سیٹ کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

"اللہ!!!میں نے تو کبھی کوئی خواہش نہیں کی تھی، کبھی کوئی گلہ نہیں کیا تھا۔۔۔میں نے تو اپنی زندگی بھی اپنوں کے نام کر دی۔۔۔ہاں!ایک خواہش کی تھی،حمائل کو پانے کی خواہش۔۔۔اور وہ بھی پوری نہیں ہوئی۔۔۔مگر۔۔۔مگر میں اب بھی گلہ نہیں کروں گا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ ایک دن ضرور میری ہو گی۔۔۔"وہ آہستہ آواز میں بڑبڑا رہا تھا۔اس کے گلے میں گلٹی ابھری۔

"اگر حمائل نہیں چاہتی کہ میں اس کے سامنے جاؤں تو میں اب کبھی اس کے پاس

نہیں جائوں گا۔۔۔بس!!! کبھی نہیں۔۔۔جب تک وہ خود نہیں کہے گی۔۔۔"اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں اور خود ہی کو سمجھاتا وہاں سے چلا گیا۔

حمائل پوری رات روتی رہی۔ نماز پڑھ کر اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔

"یااللہ!!! میں کیا کرو؟ مجھے کس آزمائش میں ڈال دیا ہے آپ نے؟ وہ کتنے یقین سے کہہ رہا تھا کہ حقیقت معلوم ہونے پر میں شرمندہ ہوں گی۔۔۔کیا واقعی وہ نہیں تھے اس رات وہاں۔۔؟"اس کی آنکھوں سے آنسوں بہہ کر اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔

وہ کچھ دیر یوں ہی بیٹھی، دعا کے لیے اٹھائے ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔

اس نے فوراً اپنا چہرہ صاف کیا۔

"بسس!!! اب میں اس بارے میں کچھ نہیں سننا چاہتی اور ناہی سوچنا چاہتی ہوں۔۔۔جو بھی ہوا ماضی میں، میں اسے یاد نہیں کرنا چاہتی۔۔۔مجھے صرف اور صرف اپنی ماں سے کیے وعدے کو پورا کرنا ہے اور اپنے بابا اور بھائی کی خواہش پوری کرنی ہے۔۔۔"اس نے ایک عزم سے سوچا اور جائے نماز طے کر کے اٹھ گئی۔

دونوں نے ہی خود کو اپنے اپنے ارادے سے باور کرایا۔۔۔

ایک نے اپنے محبوب کے سامنے، بغیر اس کی اجازت کے نہ جانے کا پختہ عزم کر لیا تو۔۔۔

دوسرے نے سب کچھ بھلا کر اپنوں سے کیے وعدوں کو پورا کرنے کا ارادہ کر لیا۔

دونوں ہی اپنے اپنے راستوں پر چل پڑے یہ جانے بغیر کہ ان کی منزل کیا ہے۔۔۔

وقت گزر جاتا ہے، حالات بدل جاتے ہیں اور انسان۔۔۔یا تو بکھر جاتا ہے یا پھر سنبھل جاتا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حمائل مصطفی وہ لڑکی تھی جو بکھر گئی تھی۔وقت نے اسے بہت کرب سے گزارا اور حالات نے بہت اذیت دی۔۔مگر وہ بکھر کر سنبھل گئی۔۔۔

تین سال بعد:

وہ اپنے تین سال پہلے والے معمول کے مطابق آج بھی مہینے کے آخر میں اولڈ ہوم پیسے دینے گئی تھی۔

وہ جب بھی وہاں جاتی کچھ دیر وہاں بوڑھی عورتوں کے ساتھ بیٹھتی اور ان سے باتیں

کرتی،ان کے قصے کہانیاں سنتی۔

وہاں جاکر سب سے باتیں کر کے اسے ایسا احساس ہوتا جیسے اس کی اپنی ماں اس سے باتیں کرتی ہے۔

اس نے گاڑی اولڈ ہوم سے تھوڑا فاصلے پر روکی اور اتر کر پیدل اولڈ ہام کی جانب چلنے لگی۔

اندر آکر اس نے پہلے پیسے جمع کروائے اور پھر سیدھا اندر ہال میں چلی گئی جہاں سب عورتیں رہتی تھیں۔

وہ جا کر ایک خاتون کے بیڈ پر پائینتی کی طرف بیٹھ گئی۔عورت ہاتھ میں پکڑے گلاس کو گھورتے ہوئے اپنی سوچوں کی دنیا میں غائب تھی۔

حمائل کے بیٹھنے پر وہ چونکی اور پھر مسکرائیں۔وہ کافی مرتبہ یہاں آچکی تھی اس وجہ سے زیادہ تر خواتین اسے جانتی تھیں۔۔۔مگر اس بار وہ کافی عرصے بعد آئی تھی۔

ان سے کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد وہ اٹھی تو وہ عورت بولی "بیٹی! یہ گلاس ذرا اس آخری بیڈ والی خاتون کو پکڑا دو۔"

حمائل نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا اور ان سے گلاس پکڑ کر آخری بیڈ کی طرف آئی۔

وہ عورت دوسری جانب گردن موڑے بیٹھی تھی کہ حمائل کو ان کا چہرہ نظر نہ آسکا۔

"ماں جی!!! یہ گلاس انھوں نے۔۔۔" اس کی آواز سن کر اس عورت نے گردن موڑی تو حمائل کے الفاظ اس کے حلق میں ہی دم توڑ گئے۔

وہ بت بنی کھڑی اس عورت کو دیکھ رہی تھی۔۔۔اور وہ عورت بھی بنا پلک جھپکائے حمائل کو دیکھے جا رہی تھیں۔

چہرے پر جھریاں، آنکھیں سوجی ہوئیں، کمزور جسم، چہرے پر اذیت، کرب اور درد، وہ سر جو کبھی غرور سے اونچا رہتا تھا اب جھکا ہوا تھا، وہ کاندھے جو کبھی تکبر میں اٹھے رہتے تھے آج گناہوں کے بوجھ سے جھکے تھے۔

"حمائل!" صائمہ بیگم بامشکل بولیں۔

"حمائل! بیٹا۔۔۔مج۔۔۔مجھے معاف۔۔کردو۔۔" وہ حمائل کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے گڑگڑائیں۔

حمائل نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے اور بولی "ممانی! ایسا نہ کہیں۔"

حمائل کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"نہیں۔۔۔ تم مجھے بس معاف کر دو۔۔۔ فرحت کی اور تمہاری آہ لگ گئی مجھے۔۔۔ معاف کر دو۔۔۔ تمہیں خدا کا واسطہ۔۔۔ میں بہت تکلیف میں ہوں۔" وہ بے بسی کی انتہا پر تھیں۔ان کی حالت کسی ذہنی مریض جیسی ہو گئی تھی۔

وہ جو پیاسا رکھتا تھا اوروں کو

وہی گھومتا ہے سراب میں

وہ جو ظلم کرتا تھا رات دن

وہ پڑا ہے آپ عذاب میں

کہ تو ہی جھکا دے سبھی سر یہاں

تو اپنے کرم کا دکھا دے نشاں

میرے مہرباں، میرے مہرباں

"میں نے اور امی نے کبھی آپ لوگوں کے بارے میں برا نہیں سوچا تھا اور نہ کبھی چاہا تھا کہ آپ کے ساتھ کچھ برا ہو۔۔۔ میری قسمت میں جو اذیت اور خواری لکھی تھی وہ میں نے کاٹ لی۔۔۔ اب ان سب باتوں کا کوئی فائدہ نہیں !" اس نے ان کی آنکھوں

میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"بیٹا! میں نے ہمیشہ تم سے حسد کیا، تم ہر لحاظ سے میرے بچوں سے اچھی اور قابل ہو۔۔۔ ہر کوئی تمہاری صورت و سیرت کی تعریف کرتا تو مجھے برا لگتا تھا۔۔۔ بجائے اپنی اولاد کو سمجھانے اور تمیز سکھانے کے میں نے تم سے حسد کرنا شروع کر دیا۔۔۔ اور کچھ ماضی میں ہماری مالی مدد نہ کرنے پر تمہارے ماں باپ سے خفا تھی میں۔۔۔" وہ ہچکیوں سے رو رہیں تھیں۔

حمائل نے آنسو کا گولہ اپنے گلے میں اتارا اور بولی "ماموں جان؟ وہ کہاں ہیں؟" اس نے بات بدلی مگر شاید یہ بات پہلے والی سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔

"حمائل! حسد کی آگ نے میرا گھر ختم کر دیا۔۔۔ سب کچھ ختم ہو گیا۔۔۔ علیزے، ہماری اکلوتی بیٹی جسے اس کے باپ اور میں نے ہمیشہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا اسی نے گھر سے بھاگ کر اپنے باپ کی جان لے لی۔۔۔" وہ بول رہیں تھیں اور حمائل انھیں دم سادھے سن رہی تھی۔

"حسد وہ آگ ہے جو انسان لگاتا تو دوسروں کے لیے ہے مگر خود اس میں جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"وہ اپنی مہندی والے دن گھر سے بھاگ گئی تھی۔۔۔سارے خاندان کے سامنے ہماری عزت کا جنازہ اٹھ گیا اس دن۔۔۔رضا کو ہارٹ اٹیک ہوا اور۔۔۔وہ مجھے ہمیشہ کے لیے اکیلا چھوڑ گئے۔۔۔"ان کے لہجے میں اذیت تھی،درد تھا،تکلیف تھی۔

"عمر ملک سے باہر چلا گیا،میں سارا دن اکیلی گھر میں رہتی،ہر روز تمہارے ساتھ کیے سلوک کو یاد کرتی اور اللہ سے معافی مانگتی۔۔۔"انھوں نے اپنے آنسو پونچھے۔

"عمر واپس آ گیا تھا۔۔۔ابھی چند ماہ پہلے ہی واپس آیا ہے اپنی بیوی کے ساتھ،وہیں سے شادی کر آیا۔۔۔اس کی بیوی کو منظور نہیں تھا کہ میں اس گھر میں رہوں تو عمر مجھے یہاں چھوڑ گیا۔۔۔مگر میں ماں ہوں نا،اس لیے معاف کر دیا،ہو سکے تو تم بھی ہمیں معاف کر دینا۔۔۔بہت غلط کاموں میں لگ گیا ہے عمر۔۔۔دردر کی ٹھوکریں کھا رہا ہو گا۔۔۔انجام اچھا نہیں ہو گا اس کا بھی۔۔۔"وہ ایسے اپنے گزرے وقت کو بیان کر رہیں تھیں جیسے کوئی داستان سنا رہیں ہوں۔روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔

حمائل نے آنکھوں میں آتی نمی کو اندر دھکیلا۔

"اللہ آپ کو صبر دے۔"وہ ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بس اتنا ہی کہہ سکی۔

"حمائل!" صائمہ بیگم نے اسے پکارا۔ وہ شاید پہلی مرتبہ اسے اتنے پیار سے مخاطب کر رہیں تھیں۔

حمائل نے سوالیہ نظروں سے ان کی جانب دیکھا۔

"وقار کیسا ہے؟ تم نے شادی کر لی؟" انھوں نے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں! شادی نہیں کی میں نے۔۔۔اور وقار سے بیں ری تین سال پہلے ملاقات ہوئی تھی۔" اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

"ایک اور بات۔۔۔بتانا چاہتی ہوں تمہیں۔۔۔" انھوں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"جی۔۔۔بولیں!" اس نے الجھ کر کہا۔

"وقار بہت اچھا اور شریف لڑکا ہے، تمہیں پسند بھی کرتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس نے بھی ابھی تک شادی نہیں کی ہوگی۔" صائمہ بیگم نے تمہید باندھی۔

"آپ یہ سب مجھے کیوں بتا رہی ہیں؟" اس نے بیزاری سے پوچھا۔

"حمائل! اس رات جس نے تمہارے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کی تھی، وہ وقار نہیں تھا۔۔۔" حمائل نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"ہاں حمائل! وہ نہیں تھا۔۔وہ تو اس رات رضا سے تمہارے اور اپنے رشتے کی بات کرنے آیا تھا۔اس وقت رضا گھر پر نہیں تھے۔۔۔گارڈ نے اسے انتظار کرنے کو کہا تو وہ اندر نہیں آیا بلکہ لان میں ہی بیٹھ گیا تھا۔۔۔"انھوں نے رک کر حمائل کا چہرہ دیکھا جو یہ سب سننے کے بعد زرد ہو گیا تھا۔

اس پر آج نا جانے کتنے انکشافات ہونے تھے۔

صائمہ بیگم پھر بولیں "اس رات عمر تھا وہاں پر۔۔۔" یہ سنتے ہی حمائل کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا۔

"عمر!!! تمہارا مال پہنچ جائے گا۔۔۔رقم تیار رکھنا۔۔۔اس کی غلیظ نظریں۔۔۔ عمر تھا!!!"حمائل کا دماغ معوف ہونے لگا۔

"وقار تو تمہاری چیخیں سن کر کچن میں آیا تھا، عمر اسی وقت اپنے کمرے میں چلا گیا تھا لکہ میں نے ہی اسے فوراً وہاں سے جانے کو کہہ دیا تھا۔۔۔۔میں نے وقار کو دیکھا تو تمہیں رسوا کرنے کا موقع میرے ہاتھ لگ گیا تھا۔۔۔اتنے میں رضا بھی آ گئے تھے اور سب تماشا لگ چکا تھا۔۔۔"انھوں نے ڈرتے ہوئے ساری بات بتا دی۔

حمائل بے یقینی کے عالم میں انھیں دیکھ رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"حمائل مجھے معاف۔۔۔" وہ ابھی بول رہیں تھیں کہ حمائل ان کی بات کاٹ کر بولی "ممانی! میں آپ سب کو بہت پہلے ہی معاف کر کے اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکی ہوں۔۔۔ لیکن آپ مجھے معاف کر دیجیئے گا کیونکہ میں عمر کو معاف نہیں کر سکوں گی۔۔۔" وہ یہ کہہ کر جانے کے لیے کھڑی ہو گئی۔

"کچھ دیر میں میرا ڈرائیور آئے گا، اگر آپ چاہیں تو اس کے ساتھ چلی جایئے گا وہ آپ کو میرے گھر چھوڑ دے گا، وہاں سکون سے رہ سکتی ہیں آپ۔۔۔ اللہ حافظ!" وہ ان کا جواب سنے بغیر تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔

وہ گاڑی میں آکر فرنٹ سیٹ پر بیٹھی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

"یہ میں نے کیا کر دیا۔۔۔ کتنا غلط سوچتی رہی وقار کے بارے میں۔۔۔ کس قدر برا رویہ تھا میرا ان کے ساتھ۔۔۔ میں کس طرح ان سے اپنی باتوں اور رویے کی معافی مانگوں گی؟ کس طرح ان کا سامنا کروں گی؟ صحیح کہا تھا انھوں نے کہ حقیقت معلوم ہونے پر میں شرمندہ ہوں گی اپنے الفاظ پر۔۔۔ یہ کیا ہو گیا مجھ سے؟" یہ سب سوچتے ہوئے اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ سارا راستہ روتی رہی اور گھر

آکر بھی اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

رات کو عشا کی نماز پڑھنے کے لیے اٹھی۔ وضو کر کے نماز ادا کی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو ساتھ ہی آنسو بھی پلکوں کی باڑ توڑ کر گالوں پر بہنے لگے۔

"یااللہ!!! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔۔۔مجھے معاف کر دیں! جب میرے کردار پر کیچڑ اچھالا گیا تھا تو میرا جی چاہتا تھا کہ میں کہیں گم ہو جاؤ، مر جائوں۔۔۔اور وقار کو گھٹیا اور نا جانے کیا کیا کہتی رہی میں۔۔۔مجھے احساس ہی نہیں ہوا کہ کسی پر بنا ثبوت الزام لگا رہی ہوں۔۔۔وہ تو ہر بار میری مدد کے لیے آتے رہے، ہر مشکل میں میرا ساتھ دیا مگر۔۔۔مگر میں نے ان کے ہر احسان کو فراموش کر دیا۔۔۔انھوں نے کبھی غلط نظر سے نہیں دیکھا تھا مجھے، جس طرح عمر دیکھتا تھا۔۔۔وقار کی آنکھوں میں حیا کو پہچان نہیں سکی میں۔۔۔اللہ تعالیٰ! آپ مجھے معاف کر دیں، میں۔۔۔میں وقار سے بھی معافی مانگ لوں گی۔۔۔آپ مجھے معاف کر دیں۔" وہ روتے ہوئے اپنے رب سے فریاد کر رہی تھی۔

وہ اپنے کمرے کی بالکنی میں کرسی پر بیٹھی تھی اور ٹانگیں سامنے پڑی میز

پر ٹکائیں ہوئیں تھیں جہاں اس کا لیپ ٹاپ آن پڑا تھا۔دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ لیپ ٹاپ پر کرنے والے کام سے بیزار ہو گئی ہو اور اب خود کو پر سکون کرنے کے لیے اسے ایک طرف رکھ دیا ہو۔

رات کی گہری تاریکی میں وہ تنہا بیٹھی تھی۔ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔اس کے اندر بھی گہری خاموشی تھی۔ہر نعمت،کامیابی،شہرت،سب سے اسے نواز دیا گیا تھا۔

اس کے صبر کا صلہ اسے مل گیا تھا۔

اپنے ماں سے کیے وعدے کو پورا کر چکی تھی۔

اس کی زندگی کا ایک اور سفر ختم ہونے والا تھا۔

پہلا سفر اپنے باپ،بھائی اور ماں کے ساتھ اپنے اس جنت جیسے گھر کا تھا،جہاں اپنوں کے ہوتے ہوئے وہ راج کرتی تھی۔

باپ اور بھائی کے انتقال کے بعد زندگی نے کلہ بازی لگائی اور اسے اور اس کی ماں کو کسی اور کے در پر لا پٹخا۔جہاں اس نے اپنی ہر خواہش کو مار کر ایک نئے سفر کا آغاز کر دیا،جس کا مقصد محض اپنی ماں کے لیے جینا تھا،انھیں کو ہر طرح کی تکلیف سے دور رکھنا تھا۔

پھر!!!آخری سہارا بھی اس کا ساتھ چھوڑ گیا۔اس کی ماں اسے دنیا کی بھیڑ میں اکیلا کر گئی۔

اس کی زندگی کا ایک اور باب بند ہو گیا،ایک اور سفر کا اختتام ہو گیا۔

پھر!!!اس نے ایک اور نئے سفر کا آغاز کر دیا۔اس سفر کا آغاز جہاں کے راستوں سے بھی وہ انجان تھی،ایسا سفر جس کے بعد کسی منزل کا نام و نشان نظر نہ آتا تھا،مگر!!! اسے یہ سفر مکمل کرنا تھا،اپنی ماں سے کیے آخری وعدے کو پورا کرنے کے لیے۔۔۔

اور آخر میں اسی سفر کا اختتام خوبصورت ہوا جس کا آغاز خوفناک تھا۔

اسے اس کی منزل مل گئی تھی۔وہ لاہور کے ایک علاقے کی اسسٹنٹ کمشنر تھی۔

ہر سال لاکھوں روپے اولڈ ہوم کو دے دیتی۔

اسے اس کے رب نے لینے والوں میں سے نہیں دینے والوں میں سے بنادیا تھا۔

حوصلے چٹانوں جیسے ہوں تو منزلیں منتظر رہتیں ہیں۔

زندگی!چلتے رہنے کا نام ہے۔اس میں ایک سفر کے اختتام پر دوسرے سفر کا آغاز ہو جاتا ہے۔

زندگی کے کچھ سفر بہت خوبصورت اور سہل ہوتے ہیں، بالکل پھولوں کی سیج جیسے!

مگر!!!

کچھ سفر بہت کٹھن اور دشوار ہوتے ہیں، بالکل **تپتی دھوپ کے سفر جیسے!**

"کوئی ہے؟ بابا؟ بھائی؟" وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر سکڑ کر بیٹھی تھی اور اونچی آواز میں انھیں پکار رہی تھی۔

کمرے میں اندھیرا تھا جس سے اسے خوف آرہا تھا اور وہ کانپ رہی تھی۔

ایک دم سے سارے کمرے کی لائٹس آن ہوئیں اور کمرہ روشنیوں سے نہا گیا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو! ہیپی برتھ ڈے ٹو یو! ہیپی برتھ ڈے ڈیئر حمائل!" کمرہ حارث، مصطفیٰ صاحب اور فرحت بیگم کی آوازوں سے گونجا۔

حمائل آنکھیں پھاڑے انھیں دیکھ رہی تھی۔

"آپ اب کو پتا ہے کہ مجھے اندھیرے سے ڈر لگتا ہے، پھر بھی ایسا مذاق کیا۔" حمائل صدمے سے بولی۔

"بھئی! میں نے تو منع کیا تھا حارث کو مگر یہ سنتا ہی نہیں ہے میری!" مصطفیٰ صاحب

حمائل کے پاس آئے اور اسے اپنے ساتھ لگا لیا اور حارث کو گھورنے لگے۔

"سرپرائیز تو دینا تھا نا۔۔۔اور صرف پانچ منٹ کے لیے ہی تو لائٹس آف کروائیں تھیں۔" حارث بولتا ہوا بیڈ پر بیٹھ گیا اور فرحت بیگم کو بھی ہاتھ پکڑ کر بیٹھا دیا۔

"ہاں! اگر لائٹس نہ آف کرتے تو سرپرائیز کیسے دیتے؟ تمہیں سب پتا چل جاتا۔" فورحت بیگم نے بھی بیٹے کی سائیڈ لی۔

"آپ بس بھائی کی ہی سائیڈ لیا کریں۔۔۔آپ کو تو میں دیکھ لوں گی۔" حمائل، حارث کی طرف دیکھتے ہوئے دانت پیستے ہوئے بولی۔

"اچھا اب لڑائی مت شروع کر دینا تم دونوں۔۔۔ چلو کیک کاٹو!" مصطفیٰ صاحب نے کیک کی پلیٹ اس کے آگے کی۔

اس نے کیک کاٹا اور ایک بار پھر سب نے اسے وش کیا۔

مصطفیٰ صاحب اور فرحت بیگم کے گفٹ دینے کے بعد حارث نے اسے گفٹ دیا تو وہ چہک کر اس کے گلے لگ گئی اور کچھ دیر پہلا والا غصہ ہوا ہو گیا۔

اس کی ہر سالگرہ پر اسے اس کے بابا، ماما اور بھائی کی طرف سے ایسے ہی سرپرائیز ملتے

تھے۔

وہ اپنی سوچوں کے جہان میں گم تھی۔موبائل کی بیل پر ایک دم ہڑبڑا کر اٹھی اور کمرے میں آئی۔

اس کی سائیڈ ٹیبل پر پڑا موبائل پر کسی کی کال آرہی تھی۔

"ہیپی برتھ ڈے حمائل!"کال رسیو کرتے ہی میوش کی شکل کے ساتھ پر جوش آواز ابھری۔

"تھینکیو۔۔تمہیں یاد تھا؟"حمائل بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور سائیڈ لیمپ آن کر دیا۔

"ہاں بھئی! تمہارا برتھ ڈے کیسے بھول سکتی ہوں۔۔۔اچھا بتاؤ کیسی ہو؟"اس نے پوچھا۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟"حمائل نے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔

"انتہائی بری لگ رہی ہو، حلیے سے ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی دس بچوں کی ماں ہلکان ہوئی ہوتی ہے بچے سنبھال سنبھال کر، سائیکو لگ رہی ہو اور۔۔۔"مہوش غصے سے دانت

پیستے ہوئے بولتی جارہی تھی، حمائل نے فوراً اس کی بات کاٹی

"اچھا! اچھا! بس کرو۔۔۔تم بولتی کم ہو اور بکواس زیادہ کرتی ہو۔" حمائل نے ہنس کر کہا۔

ابھی مہوش کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ اس کی پشت سے زین کی آواز ابھری "مہوش! سامنے والی مسز کمال کے گارڈن کے گملے تم نے توڑے ہیں؟" زین نے استفسار کیا۔

"یسسس! میں نے، یعنی مسز کمال کے گاآرڈن کے گملے مسز زین نے توڑے ہیں۔" مہوش گردن اکڑا کر فخر سے بولی۔

"تم کب سدھرو گی؟" زین کے لہجے میں بے بسی واضح تھی۔ وہ آکر اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھا تو اس کی نظر لیپ ٹاپ پر کی اسکرین پر پڑی۔

"اوہ! حمائل کیسی ہیں آپ؟" زین نے ساتھ بیٹھی مہوش کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی تو اس نے بھی اس کی بازو میں مکا مارا۔

حمائل ان کی حرکتیں دیکھ کر ہنستی جارہی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔آپ کیسے ہیں زین بھائی؟" حمائل نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"آپکی اس دوست کے ساتھ رہ رہا ہوں، خود ہی اندازہ لگالیں کیسا ہو سکتا ہوں۔" زین معصوم شکل بنا کر بولا۔

حمائل کی بجائے مہوش کی طرف سے جواب آیا "خود ہی مجنو بنے ہوئے تھے میرے پیچھے، بڑے آئے کیسا ہو سکتا ہوں۔" آخری جملے اس نے زین کی نقل کرتے ہوئے کہا تو زین اور حمائل نے قہقہ لگایا۔

حمائل تو خاموش ہو گئی مگر زین کو جیسے ہنسی کا دورہ ہی پڑ گیا تھا۔

"آہستہ نہیں ہنس سکتے، اور ویسے اتنی کوئی ہنسنے والی بات نہیں تھی۔" مہوش چڑ کر بولی۔

"زین! میں کہہ رہی ہوں اگر ھادی جاگ گیا تو آپ ہی اسے سنبھالیں گے۔۔۔" وہ سامنے بیڈ پر لیٹے اپنے بیٹے کی طرف دیکھ کر بولی۔

"اچھا نا اب نہیں ہنس رہا۔۔۔ بلکہ میں باہر جا رہا ہوں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔۔۔ اللہ حافظ حمائل!" وہ کہہ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

"توبہ ہے مہوش! سدھر جائو۔" حمائل نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے چھوڑو اپنی بتاؤ، کیا بوڑھی ہو کر شادی کرو گی؟" اس نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"اممم۔۔۔ نہیں! بہت جلد میری شادی کا انویٹیشن ملے گا تمہیں۔" وہ ایک آنکھ دبا کر شوخی سے بولی۔

"اگر وقار نے معاف کر دیا تو۔۔۔" اس نے سوچا۔

"یااللہ شکر!!! اب تو میں پورے کراچی میں مٹھائی بٹواؤں گی۔" مہوش نے دونوں ہاتھ اوپر بلند کر کے کہا تو حمائل مسکرائی۔

مہوش ایک سال پہلے شادی کے بعد زین کے ساتھ کراچی شفٹ ہو گئی تھی اور اب دونوں کا ایک بیٹا تھا۔ وہ اکثر حمائل سے اسکائیپ پر بات کرتی رہتی تھی اور آج بھی اسے سالگرہ وِش کرنے کے لیے اسے کال کی تھی۔

!آج کا موضوع گفتگو 'عفو و درگزر اور صبر' ہے۔۔۔ درگزر کرنا" مطلب معاف کرنا۔ ہمارے رب العالمین کی بے شمار صفات میں سے بھی ایک صفت ہے درگزر کرنا۔ "زہرہ یونیورسٹی کی ایک کلاس کو

اسلامیات کے ایک موضوع پر لیکچر دے رہی تھی۔

"انسان غلطی کرتا ہے، گناہ کرتا ہے لیکن اگر وہی انسان سچے دل سے اپنے رب کے حضور اپنے گناہوں کی توبہ کرتا ہے تو ہمارا رب اس انسان کے تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں۔۔۔اگر ہم بطور مسلمان، اللہ تعالیٰ کی صفت پر عمل کرنے کی کوشش کریں، لوگوں کی غلطیوں کو معاف کرنا سیکھیں، تو ہماری زندگیاں بہت آسان ہو جائیں گی، رشتوں کی تلخیاں ختم ہو جائیں گی، اس لیے ایک دوسرے کو معاف کرنا سیکھیں۔" زہرہ ایک لڑکی کا ہاتھ فضا میں بلند ہوتا دیکھ کر رکی۔

"جی؟ آپ کو کوئی سوال کرنا ہے؟" زہرہ نے اس لڑکی سے مسکرا کر پوچھا

"یس میم! اگر کوئی ہم پر ظلم کرے اور ظلم کرنے والا ہم سے زیادہ طاقتور ہو تو کیا ظلم برداشت کرتے رہنا چاہئے، صبر کرتے رہنا چاہیے اور پھر اتنا ظلم سہنے کے بعد بھی معاف کر دینا چاہیے؟" لڑکی نے سوال کیا۔

"ہمم۔۔۔ابھی جیسا میں نے کہا کہ معاف کرنا اچھی بات ہے۔اول تو یہ کہ جب آپ پر ظلم ہو رہا ہو تو اس کے خلاف آواز بلند کریں مگر جیسا آپ نے کہا کہ اگر ظالم طاقتور ہو تو آپ یہ بات یاد رکھیں، اللہ اس سے زیادہ طاقتور ہیں، ہر چیز پر قادر ہیں۔۔۔بہت

مشکل ہوتا ہے کسی ایسے شخص کو معاف کرنا جس نے ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جب کوئی تم پر ظلم کرے، تو میرے انتقام پر راضی ہو جائو، کیونکہ میرا انتقام تمہارے انتقام سے بہتر ہے"(القرآن)

آپ پر اگر کوئی ظلم ہو اور آپ اس کے خلاف کچھ نہ کر سکیں تو اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں اور صبر کریں۔پھر دیکھیے گا کیسے اللہ ان کی دراز کی گئی رسی کو کھینچتے ہیں۔

اشاد باری تعالی ہے:

"بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

(القرآن)

ظلم اور والدین سے بد سلوکی ایسے گناہ ہیں جن کی سزا دنیا میں ہی دے دی جاتی ہے۔

ظالم کو اللہ مہلت ضرور دیتے ہیں مگر! پھر ان کی پکڑ بھی شدید ہوتی ہے۔

اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھیں۔صبر کریں اسی سے مدد مانگیں وہ ضرور مدد کرتے ہیں۔۔"وہ یونیورسٹی میں اسلامیات کی لیکچرار تھی اور اب بھی ایک کلاس کو درگزر اور صبر پر لیکچر دے رہی تھی۔

"زہرہ"۔۔۔ایک ایسی لڑکی جس پر،اس کی برات والے دن ہی طلاق کا لیبل لگ گیا، جس نے اپنی ماں اور باپ کیلئے اپنے دکھوں اور خواہشوں کو اپنے ہی دل میں دفن کر دیا، جس نے اپنے باپ کے انتقال کے بعد اپنے بھائی کے ساتھ مل کر گھر کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھالی، جس نے اپنے علاوہ ہر کسی کی پرواہ کی،اپنی زندگی اپنی ماں اور بہن بھائی کے ساتھ گزارنے کا عہد کر لیا۔۔۔

وہ آج ایک یونیورسٹی کی پروفیسر ہے، کیونکہ اس نے ہمت نہیں ہاری،ہر طرح کے حالات کا سامنا کیا،جب حالات بہتر ہوئے تو اپنی پڑھائی مکمل کی۔

عورت کمزور نہیں ہوتی! یہ معاشرہ اسے کمزور بنادیتا ہے۔

عورت بہادر بھی نہیں ہوتی! مگر معاشرے کی تلخ حقیقتیں اسے اس قدر بہادر بنادیتی ہیں کہ وہ اکیلی کسی کا سامنا کرنے سے نہیں گھبراتی۔

جاہل انسان !نام تو پوچھ لیتے۔۔ "مجتبیٰ صاحب ملازم پر دھاڑے۔"

"غلطی ہو گئی صاحب۔۔۔"ملازم نے ڈرتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا۔۔۔ بھیجوان کو اندر جو بھی ہے۔۔۔اور شکل گم کرواپنی۔۔"عمر نے ملازم کو

حکم دیا تو وہ سر جھکا کر فوراً اختہ حال کمرے کے دروازے سے نکل گیا۔

مجتبیٰ صاحب تو پہلے ہی غلط اور غیر قانونی کاموں میں ملوث تھے اور اب تو عمر بھی انھی کے ساتھ کام کرنے لگ گیا تھا۔

پانچ منٹ کے بعد ہی دروازہ ایک زوردار جھٹکے سے کھلا اور پولیس کی نفری اندر آئی۔ تمام پولیس اہلکار پورے کمرے میں پھیل گئے اور عمر اور مجتبیٰ کے گرد کھڑے ہو گئے۔

عمر اور مجتبیٰ صاحب دروازے کی دھاڑ سن کر فوراً کھڑے ہو گئے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔۔ آ۔۔۔ آپ لوگ کس کی اجازت سے یہاں آئے ہیں؟"

مجتبیٰ صاحب نے اپنی گھبراہٹ چھپانے کی کوشش کی۔

"ہمارے پاس آپ کی گرفتاری کے وارنٹ ہیں۔۔۔ آپ دونوں کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔" پولیس آفیسر نے تحمل سے جواب دیا۔

"کیا بکواس ہے یہ؟ کس کی گرفتاری کے وارنٹ؟ دماغ خراب ہو گیا ہے تم لوگوں کا۔۔۔" عمر اونچی آواز میں چیخا۔

"مسٹر عمر! بی ہیو یور سیلف۔" لڑکی کی آواز کمرے میں گونجی۔

سب نے رخ موڑ کر دروازے سے اندر آنے والی لڑکی کو دیکھا۔ عمر اور مجتبیٰ صاحب کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ وہ دونوں آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہے تھے۔

کالی گھٹنوں تک آتی قمیض کے ساتھ کالے ہی ٹراؤزر میں ملبوس، سر پر دوپٹہ ٹکائے، کلائی میں خوبصورت گھڑی باندھی ہوئی تھی اور ہاتھ میں ایک فائل پکڑے وہ ایک پڑھی لکھی پروفیشنل لڑکی لگ رہی تھی۔

"اگر انسپکٹر آپ سے تمیز سے بات کر رہے ہیں تو آپ کو کوئی حق نہیں کہ بدتمیزی کریں۔" حمائل دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کھڑی ہوگئی۔

"تم!!! تم مجھے گرفتار کرواؤ گی؟" عمر اس کی جانب لپکا تو پولیس کے دو اہلکاروں نے اسے بازو سے پکڑ کر حمائل سے دور کیا۔ جبکہ حمائل ہنوز پر سکون کھڑی تھی۔

"کوئی شک؟ ویسے یہی لوگ آرہے تھے لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ لوگ ہیں جن کو گرفتار کرنا ہے تو سوچا کیوں نا ملاقات کرلی جائے کافی سالوں بعد مل رہے ہیں ہم!" اس نے عمر کو دیکھتے ہوئے ایک ابرو اچکا کر کہا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حمائل مصطفٰی نے آئی ٹی کرنے کے بعد ایک کمپنی میں جاب شروع کی اور ساتھ ہی سی ایس ایس کے لیے تیاری شروع کر دی تھی اور اپنی قابلیت اور ذاہنت کی وجہ سے کامیاب بھی ہو گئی اور اب انسٹنٹ کمنشنر کے عہدے پر فائز تھی۔

"بکواس بند کرو اپنی گھٹیا لڑکی۔۔۔ گھر سے بھاگ کر اپنی عزت بیچنے والی مجھے گرفتار کرائے گی۔" عمر دھاڑا۔

اس کی بات سن کر حمائل کا ضبط جواب دے گیا۔ وہ عمر کی طرف بڑھی اور ساتھ ہی کمرے میں ایک زوردار تھپڑ کی آواز گونجی۔ عمر نے بے یقینی سے اس لڑکی کو دیکھا جو اونچی آواز سے ڈر جایا کرتی تھی۔۔۔

"خبردار! جو تم ایک لفظ بھی اور بولے۔۔۔ میں اب وہ حمائل نہیں ہوں جو کسی کی اونچی آواز سے سہم جائے گی۔۔۔ میں اپنی عزت بیچنے نہیں، بلکہ تم جیسے درندے سے اپنی عزت بچانے کے لیے بھاگی تھی۔۔۔ اسی رات بھاگی تھی جب تم مجھے اپنے دوست کو بیچنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔۔۔" وہ اپنی غصے سے لال ہوتی آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑھے بول رہی تھی۔

"تمہاری خود کی اوقات کیا ہے؟ ہاں؟۔۔۔ ماں تمہاری اولڈ ہوم میں پڑی ہے، بیوی

کے غلام ہو، بہن گھر سے بھاگ گئی۔۔۔پتا نہیں علیزے خود بھاگی تھی یا میری جگہ اس کا سودا کر دیا تھا تم نے؟" وہ زہر خند لہجے میں بولی۔ عمر نے غصے سے دانت پیسے۔

مجتبیٰ صاحب تو اب تک ٹرانس میں تھے کہ انھوں نے تو اس کے لیے کوئی آسرا ہی نہیں چھوڑا تھا، جائیداد، بزنس سب کچھ تو لے لیا تھا، پھر کس طرح بغیر ماں باپ کے وہ پڑھ لکھ کر آج ان کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"حمائل بیٹی! میری۔۔۔" مجتبیٰ صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھنا چاہا تو وہ فورًا دو قدم پیچھے ہوئی اور اپنا ہاتھ اٹھا کر بولی "آہاں!!! بیٹی نہیں ہوں آپکی! حمائل مصطفیٰ نام ہے میرا۔۔۔اور مجتبیٰ صاحب! میں یہاں اپنے سو کالڈ رشتے داروں سے ملنے نہیں آئی۔۔۔مجھے میرا کام کرنے دیں۔" وہ اطمینان سے بولی۔

مجتبیٰ صاحب نے اپنا بڑھا ہاتھ مایوس ہر کر پہلو میں گرا لیا۔

"انسپکٹر صاحب آپ کریں اریسٹ!" حمائل مجتبیٰ صاحب اور عمر کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

"بغیر کسی ثبوت کے تم لوگ گرفتار نہیں کر سکتے۔۔۔اور جرم کیا ہے ہمارا؟" عمر نے

انسپکٹر سے اپنا بازو چھڑانے کی ناکام کوشش کی۔

"جرم؟اچھا چلیں سنیں!" وہ کہتے ہوئے پاس پڑی کرسی پر ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گئی اور گلا کھنکھارا۔

"مجبور کسانوں کی زمینوں پر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے آپ لوگوں نے، رشید نامی شخص کو تشدد کا نشانہ بنایا جس کے بعد وہ معذور ہو گیا، لڑکیوں سے زیادتی کے کیس میں، بے شمار ایف آئی آر درج ہیں آپ کے نام، اور تو اور دو آدمیوں کے قتل کا کیس بھی ہے آپ دونوں پر مکمل ثبوتوں کے ساتھ۔۔۔پتا نہیں اب تک کیسے بچے ہوئے ہیں آپ لوگ، میرے مطابق تو آپ لوگوں کو اب تک عمر قید یا پھانسی کی سزا ہو جانی چاہیئے تھی۔۔۔" وہ جیسے کوئی کہانی سنا رہی تھی۔

عمر اور مجتبیٰ صاحب کا تو رنگ ہی بدل گیا۔

"ایسے حیران کیوں ہو رہے ہیں؟ بات دراصل یہ ہے کہ جو اس علاقے کے پچھلے اسسٹنٹ کمشنر تھے نا ان سے آپ کا محبت کا بہت گہرا رشتہ تھا، تبھی آپ لوگ بچ گئے تھے، مگر میرا آپ سے ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے۔۔۔اور مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اب آپ کو بچانے کے لیے آپ کے بزنس مین اور سیاستدان دوست نہیں

آئیں گے کیونکہ وہ لوگ تواب آپ کے دوست نہیں رہے۔۔۔اب اس پر بھی حیران مت ہوئیے گا کہ مجھے کیسے پتا چلا یہ سب۔۔" حمائل آخری بات کہتے ہوئے طنزیہ ہنسی۔

"بھئی آپ کے بارے میں پتا چلتا رہتا تھا، آخر کو آپ میرے والد کے بھائی ہیں اور یہ میرے ماموں زاد، اتنا تو میرا حق بنتا ہے کہ آپ کے بارے میں خبر رکھوں۔" بے لچک لہجے میں کہا گیا۔

"تم۔۔۔" عمر نے کچھ سخت بولنا چاہا تو حمائل نے ٹوک دیا

"عمر! بڑے بات کر رہے ہیں، خاموش رہیں!" حمائل کھڑی ہو گئی۔

"حمائل! مجھے معاف کر دو۔" مجتبیٰ صاحب کو اپنی بربادی نظر آئی تو فوراً بولے۔

"ناناناں!!! معافی کی بات نہیں کرنی مجتبیٰ صاحب! بالکل نہیں! بہت معذرت کے ساتھ کہہ رہی ہوں، میں آپ کو معاف نہیں کر سکتی۔۔۔اور ویسے بھی یہاں بات صرف میری نہیں ہے، ان معصوم بچیوں کی ہے جن کو ہوس کا نشانا بنایا آپ لوگوں نے، کتنے ہنستے بستے گھر اجاڑے آپ نے، کتنے مظلوموں کے سر سے چھت

چھینیں۔۔۔آپ کو کیا لگتا ہے وہ سب معاف کریں آپ لوگوں کو؟" وہ رکی

" کبھی نہیں!" حمائل کہہ کر ان دونوں پر ایک قہر آلود نظر ڈال کر پلٹی اور انسپکٹر کو اشارہ کرکے باہر چلی گئی اور عمر اور مجتبیٰ صاحب بے بس ہو گئے تھے، ان کے پاس اب کوئی راہ فرار نہیں تھا۔

مکافاتِ عمل کی چکی جب چلتی ہے تو ظالم کو ایسا پیستی ہے کہ اسے عبرت کا نشان بنا دیتی ہے۔

رات کو وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر کراؤن سے ٹیک لگا کر نیم دراز تھی۔کمرے میں صرف ایک نائٹ بلب آن تھا، جس کی روشنی بہت مدھم تھی۔

اس کے ہاتھ میں ایک تصویر تھی جس پر آہستہ سے وہ اپنی انگلیاں پھیر رہی تھی اور اپنی سوچوں میں گم تھی۔

"بابا! بھائی! دیکھیں آج آپ کی گڑیا نے کیا کیا ہے۔۔۔آج۔۔۔آج میرے اور ماما

کے مجرموں کی اللہ نے پکڑ کی۔۔۔ بابا! آپ کی گڑیا میں ناجانے اتنی ہمت کہاں سے آگئی تھی کہ اس نے سب بول دیا اور ڈری بھی نہیں۔۔۔" وہ تصویر دیکھتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں بول رہی تھی۔

"بھائی! مجھے یاد ہے آپ کہتے تھے 'حمائل! ہر کسی کو جواب نہیں دیتے، ہر کسی سے نہیں لڑتے، ہر ایرے غیرے سے جھگڑانہ کیا کرو، لڑکیاں تو معصوم شرمیلی سی اچھی لگتی ہیں تم پتا نہیں کیا ہو'

پتا ہے میں ایسی کیوں تھی بھائی؟ کیوں بغیر کسی کی پرواکیے کچھ بھی کہہ دیتی تھی؟ کیونکہ۔۔۔ کیونکہ میں جانتی تھی کہ اگر میں کوئی غلطی کروں گی، یا کسی سے غلط بات کہہ دوں گی تو آپ اور بابا سب سنبھال لیں گے۔۔۔ مجھ پر کبھی کوئی بات نہیں آنے دیں گے۔۔۔" اس نے اپنے گال پر بہتے آنسو صاف کیے۔

"مگر آپ کے اور بابا کے جانے کے بعد میں بہت ڈر گئی تھی۔۔۔ کسی سے بات کرتی تو ڈر لگتا کہ کہیں کچھ غلط کہہ دیا تو کون بچائے گا۔۔۔ اس لیے کسی سے بات نہیں کرتی تھی۔۔۔ ہر کسی کی باتیں اور طعنے چپ چاپ سنتی رہتی مگر خود سے کچھ بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔" اس نے اپنے ماں باپ اور بھائی کے ساتھ لی ہوئی تصویر کو اپنے سینے

سے لگالیا اور آنکھیں بند کرلیں۔

"مگر آج دیکھیں ان سب کے سامنے میں ایک بار پھر پہلی والی حمائل بن گئی تھی، اللہ نے میرے اور ماما کے مجرموں کو میرے سامنے لاکر کھڑا کردیا۔۔۔رب نے مجھے میرے صبر کا صلہ دے دیا بابا!"اس کی ہچکی بندھ گئی۔

"ماما! میں تو آپ تینوں کے بغیر زندگی جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی، مگر شاید آپ سے کیے گئے وعدے کو پورا کرنے کے لیے زندہ ہوں۔۔۔میں نے آپ سے کیا وعدہ پورا کردیا ماما!!! میں نے خود کو مضبوط رکھا۔۔۔میں بالکل ٹوٹ گئی تھی مگر اللہ نے مجھے پھر سے سمیٹ دیا۔۔۔ماما! تایا نے ہمیں ہمارے ہی گھر سے ہی نکال کر بے آسرا کردیا تھا نا اور میں آپ کے لیے کچھ نہیں کرسکی تھی، لیکن آج میں۔۔۔میں اپنے گھر میں ہوں، کوئی مجھے یہاں سے نکالنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا مگر آج آپ نہیں ہیں ماما!!!"

وہ کتنی تکلیف میں تھی، آج وہ سب کچھ حاصل کرچکی تھی، رب نے اسے سب عطا کردیا تھا، مال و دولت، عزت، شہرت غرض اپنی ہر نعمت سے نوازدیا مگر۔۔۔مگر اس کے پاس جان سے زیادہ عزیز رکھنے والے ماں باپ نہیں تھے، اس کی ہر خواہش کو اس کی

زبان پر آنے سے پہلے پوری کرنے والا بھائی نہیں تھا۔۔۔

آج کوئی نہیں تھا اس کے پاس سوائے

تنہائی کے۔۔۔

اس کے درد کے۔۔۔

اس کے آنسوئوں کے۔۔۔

وہ گاڑی کی بیک سیٹ پر بیٹھی، اپنی گود میں رکھے ہاتھوں کی انگلیاں مڑوڑ رہی تھی۔

"میں معافی مانگ لوں گی نا۔۔۔وہ کیا کہیں گے۔۔۔پتا نہیں اب بھی یہیں رہتے ہوں گے یا کہیں اور چلے گئے ہوں گے۔۔۔اگر یہاں نہ ہوئے تو کہاں ڈھونڈوں گی میں ان کو۔۔۔" وہ اپنی ہی سوچوں سے لڑ رہی تھی۔

تین سال بعد وہ اس شخص کے سامنے ایک مجرم بن کر جا رہی تھی، جس نے اس کی ہر مشکل میں مدد کی تھی، اس کی ہر تکلیف میں اس کا ساتھ دیا تھا مگر تین سال پہلے تک۔۔۔اس کے بعد نہیں!

"بی بی جی! یہی گھر ہے نا؟"ڈرائیور بولا تواس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔

"ہا۔۔ہاں یہی ہے۔"وہ کہہ کر گاڑی سے اتری اور گھر کی بیل بجائی۔

گارڈ نے گیٹ کھولا اور پوچھا"جی؟کس سے ملنا ہے؟"

"فوزیہ آنٹی گھر پر ہیں؟"اس نے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

"جی گھر پر ہیں۔۔۔آپ کون؟"گارڈ نے پوچھا۔

"آپ بس انھیں بتادیں کہ حمائل آئی ہے۔"حمائل نے اس کا سوال نظرانداز کرتے ہوئے کہا تو گارڈ اثبات میں سر ہلا کر اندر چلا گیا۔

کچھ دیر بعد گارڈ واپس آیا اور اسے اندر آنے کو کہا۔

"میری بچی!حمائل بیٹا کیسی ہو؟کہاں غائب ہوگئی تھی؟"حمائل لائونج میں آئی تو فوزیہ بیگم فورًا اس کے پاس آئیں،اسے گرم جوشی سے گلے لگایا اور سوالوں کی بوچھاڑ کردی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔آپ کیسی ہیں؟"وہ ان کے ساتھ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"الحمدللہ! بالکل ٹھیک۔۔۔تم تو ہمیں بھول ہی گئی؟"انھوں نے گلہ کیا۔

"ارے نہیں نہیں آنٹی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔بس پڑھائی میں مصروف تھی تو ٹائم ہی نہیں ملتا تھا،اوراب جاب۔۔۔بس مصروف ہوتی ہوں۔"اس نے کہا۔

"ماشااللہ ء!! مجھے یقین تھا تمہیں تمہارے صبر کا صلہ ضرور ملے گا۔"وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے بولیں۔

"باقی سب کہاں ہیں؟زہرہ آپی،فاطمہ؟"اس نے ارد گرد نظریں دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

اصل مقصد تو اس کے بارے میں جاننا تھا جس کے لیے وہ یہاں تک آئی تھی۔

"فاطمہ کی تو ماشااللہ ء سے ایک سال پہلے شادی ہوگئی تھی،اب تو اس کا ایک بیٹا بھی ہے،تم سے رابطے کی کوشش کی تھی اس کی شادی پر مگر کوئی اتاپتا ہی نہیں تھا تمہارا۔۔۔زہرہ یونیورسٹی گئی ہوئی ہے،۔۔۔اور وقار اپنے کمرے میں ہی تھا۔۔۔لو وہ آگیا!"ان کی نظر لائونج سے داخل ہوتے وقار پر پڑی تو انھوں نے حمائل کی توجہ اس کی طرف دلائی۔

"تم لوگ بیٹھو! میں چائے بنواتی ہوں۔" فوزیہ بیگم کہہ کر اٹھی اور کچن میں چلی گئیں۔

وقار کچھ لمحے اسے دیکھتا رہا اور پھر رخ موڑ کر واپس جانے لگا۔

"وقار؟ رکیں!!! مجھے۔۔۔ آپ سے بات کرنی ہے۔" اس نے جھجھکتے ہوئے کہا اور فوراً اکھڑی ہو گئی۔

وقار نے اسے دیکھا تو اس نے سر جھکا لیا اور اس کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔

"جی، تشریف رکھیں!" وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی اس کے سامنے والے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا۔

حمائل سر جھکا کر بیٹھی، اپنے ذہن میں الفاظ ترتیب دینے لگی۔

"کیا کہوں؟ کس طرح بات شروع کروں؟" وہ خود ہی سے الجھ رہی تھی۔

"آپ کو کچھ بات کرنی تھی۔۔ شاید!" وقار نے گلا کھنکھار کر کہا۔

"آپ۔۔۔ آپ نے دل سے دعا نہیں کی تھی میرے لیے۔" اس نے تیزی سے کہہ کر اس کی طرف دیکھا۔

وقار آنکھوں میں الجھن لیے اسے دیکھا۔

"اب یہ کون سی دعا کی بات ہو رہی ہے جس کا الزام بھی مجھے دے رہیں ہیں آپ؟" وہ لاپرواہی سے بولا۔

حمائل کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"آپ نے کہا تھا کہ آپ میرے لیے دل سے دعا کریں گے کہ مجھے کبھی حقیقت معلوم نہ ہو۔۔۔ مگر! مجھے سب پتا چل گیا ہے، مجھے معاف کر دیں پلیز!!!" اس کے لہجے میں شرمندگی تھی اور آنکھوں میں نمی۔

"میں نے اس وقت کچھ اور بھی کہا تھا۔" اس نے آگے کی طرف جھک کر بازو اپنے گھٹنوں پر ٹکایے اور سنجیدگی سے بولا۔

"کیا کہا تھا؟" اس نے ڈرتے ہوئے سوال کیا۔

"یہی کہ اگر حقیقت معلوم ہو بھی جائے تو مجھ سے معافی مت مانگنا، بس خود سے ملنے کی اجازت دے دینا۔۔۔ مگر تم نے اجازت بھی دینا گوارا نہیں سمجھا اور خود ہی آگئی۔"

اس نے کندھے اچکائے۔

"تو کیا آپ نے مجھے معاف کر دیا؟" اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"سٹامپ پیپر پر لکھ کر دوں کہ آپ کو معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ بس ایک غلط فہمی تھی جواب ختم ہو گئی۔" اس نے دوبارہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگالی۔

"مگر آپ کو تب بتانا چاہیے تھا، کچھ تو بولتے، آپ نے تو جیسے قسم کھالی تھی کہ کچھ نہیں کہیں گے۔۔۔ ساری غلطی ہی آپ کی ہے۔۔۔" حمائل کا لب ولہجہ بالکل ویسا تھا جیسا سالوں پہلے اس کے کالج کے باہر ٹکرانے پر تھا۔ اسی طرح اپنی غلطی کا سارا ملبہ وقار پر ڈال دیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وقار اس کے انداز پر مسکرایا۔

"چار سال پہلے بھی غلطی تمہاری تھی، جب مجھ سے کالج کے باہر ٹکرائی تھی اور اپنی پینٹنگ خراب ہونے کا سارا الزام میرے سر ڈال دیا تھا۔۔۔ اور اب کچھ ایسا ہی کر رہی ہو۔۔۔ کبھی تو اپنی غلطی مان لیا کرو۔" وقار معصومیت سے بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ اس بار مان لیتی ہوں کہ میری غلطی تھی، سوری!!!" حمائل شرمندہ ہوئی۔

"ارے حمائل! تم آگئی۔۔۔ تمہیں ذرا خیال نہیں ہمارا۔۔۔بہت بے وفا نکلی تم!"

فاطمہ، عماد اور زہرہ کے ساتھ لائونج میں آتے ہی حمائل کے گلے لگی اور بولنا شروع ہو گئی۔

حمائل اس کی باتیں سن کر ہنستی رہی اور عماد کو سلام کر کے زہرہ سے ملی۔

"ایکسکیوز می!" وقار کے فون پر کسی کی کال آئی تو وہ ایکسکیوز کر کے باہر چلا گیا۔عماد بھی اس کے ساتھ ہی باہر آگیا۔

حمائل زہرہ اور فاطمہ کے ساتھ بیٹھی کافی دیر باتیں کرتی رہی اور گزرے سالوں کی آپ بیتی سناتی رہی۔

"اجی سنتے ہیں؟" فاطمہ نے لائونج کے باہر سے گزرتے عماد کو دیکھ کر آواز لگائی تو وہ وہیں چلا آیا۔

"ہاں جی سنتے ہی ہیں، بولنے ہی کب دیتی ہو۔" عماد معصومیت سے بولا۔

اس کی بات سن کر ان تینوں نے قہقہ لگایا۔

"اچھا اب آپ اتنے بھی مظلوم نہیں ہیں، آپ کی لاڈلی امی کے کمرے میں ہے، انھیں

تنگ کر رہی ہو گی اسے ادھر ہی لے آئیں۔" فاطمہ نے اپنی بیٹی فارحہ کے بارے میں کہا۔

عماد اچھا کہہ کر فوزیہ بیگم کے کمرے میں چلا گیا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد فوزیہ بیگم زہرہ اور فاطمہ کے ساتھ کچن میں تھیں جبکہ وقار نے حمائل سے بات کرنے کے لیے لائونج میں ہی روک لیا۔

کافی دیر ان دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی۔

"حمائل؟" اس نے حمائل کو دھیمی آواز میں پکارا۔

"جی!" حمائل اس کے عجیب سے لہجے پر حیران ہوئی۔

اس کے انداز سے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کوئی بہت اہم بات کرنا چاہ رہا ہے مگر کہہ نہیں پا رہا۔

"وہ میں نا۔۔۔ بوڑھا ہو گیا ہوں۔۔۔ مطلب بتیس سال کا ہو گیا ہوں۔۔۔ اتنی عمر میں تو بڑھاپا شروع ہو ہی جاتا ہے۔" وقار اسے دیکھتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر بولا۔

"کیا!!! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ آپ کو کس نے کہا کہ بتیس سال کا انسان

بوڑھا ہوتا ہے۔" حمائل نے حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا جہاں صرف سنجیدگی تھی۔

بہت عرصے بعد وہ حمائل سے اس طرح فری ہو کر بات کر رہا تھا۔

"میں کہہ رہا ہوں نا کہ اتنی عمر کا انسان بوڑھا ہی ہوتا ہے۔" وہ اٹل لہجے میں بولا۔

"تو؟ میں کیا کروں؟" حمائل نے الجھ کر پوچھا۔

"تو کیا؟۔۔۔ تمہاری وجہ سے ہوا ہوں بوڑھا۔" وقار نے جیسے اسے یاد دہانی کرائی۔

"میری وجہ سے؟" اس نے انگلی سے اپنی جانب اشارہ کرتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

"جی آپ کی وجہ سے۔۔۔ آپ کا ہی انتظار فرما رہا تھا میں کہ شاید آپ واپس لوٹ آئیں۔۔۔ اور اسی انتظار میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔۔۔ اب کون مجھ سے شادی کرے گا۔۔۔ مجھے تو لگتا ہے کنوارہ ہی مروں گا۔" اس نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

حمائل خاموش بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وقار کیا کہنا چاہ رہا ہے۔

"دیکھو میں نے آج تک کسی لڑکی کو پرپوز نہیں کیا، اس لیے مجھے اندازہ نہیں ہے کہ کیسے پرپوز کرتے ہیں۔۔۔" وہ رکا اور حمائل کے تاثرات دیکھے۔ حمائل نے فوراً نظریں

جھکالیں۔

"مجھ سے شادی کروگی؟"وقار نے تیزی سے جملہ مکمل کیا۔

"ہاں ضرور!"جواب حمائل کی بجائے فوزیہ بیگم کی جانب سے آیا۔

"میری بیٹی میری کوئی بات نہیں ٹالتی۔۔۔اور میرے سر پھرے لڑکے کو تمہارے علاوہ کوئی اور لڑکی نہیں سمجھ سکتی۔"وہ چلتی ہوئی حمائل کے پاس آئیں اور اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا تو اس نے شرما کر سر جھکالیا اور مسکرانے لگی۔

وقار، فوزیہ بیگم کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"اوئے ہوئے!!!میرے یار کی شادی ہے!"عماد، فارحہ کو گود میں اٹھائے وقار کے پاس آیا اور ہنستے ہوئے اس کے گلے لگا۔

"حمائل!بھائی کا تو پتا نہیں مگر مجھے تو تم پہلی نظر میں ہی بہت اچھی لگی تھی۔"فاطمہ خوشی سے کہتے ہوئے اس کو گلے لگایا۔

زہرہ نے فوزیہ بیگم کے گرد بازو حائل کیے اور ان کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

زندگی ایک ایسا فلسفہ جو کبھی سمجھ میں نہیں آ سکتا یا پھر ایسی الجھی ڈور ہے جو کبھی نہیں سلجھ سکتی۔

اللہ جب اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈالتے ہیں تو اس آزمائش سے نکلنے کے راستے بھی دکھاتے ہیں،انسان کو بس ان راستوں کو تلاش کرنا ہوتا ہے،اور جن میں راستوں کو تلاش کرنے کی جستجو ہوتی ہے وہ انھیں تلاش کر لیتے ہیں۔

انسان کی سب سے بڑی کمزوری اس کے آنسو ہوتے ہیں اور سب بڑی غلطی اپنی کمزوریاں دوسروں پر ظاہر کرنا!

کوئی اگر ظلم و زیادتی کرے تو اس کے خلاف آواز اٹھائیں،اس کا مقابلہ کریں لیکن اگر ان سب کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو اپنا معاملہ اپنے اللہ پر چھوڑ دیں۔وہ سب سے بہتر انتقام لینے والا ہے۔

دعائیں انسان کی قسمت بدل دیتی ہیں۔خوشی، غمی، پریشانی، آزمائش ہر حال میں اللہ کو یاد رکھیں، اس سے دعا مانگیں، وہ رحمٰن ہے، کسی کی دعا رد نہیں کرتا!

❤ ختم شدہ ❤

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین